

تعلیماتِ اسلام کا علمبردار دینی و علمی باب

الحق

اکوڑہ خشک

اے بی بی (آڈٹ بورڈ آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہ دعوت الحق

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر پاش : ۲

ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ
جنوری ۱۹۸۳ء

ماہنامہ (الحق) اکوڑہ خٹک

مدیر : سید الحق

فون : دارالعلوم : ۲

جلد نمبر ۱۸
شمارہ نمبر ۲

اسے شمارے میں

۲	سید الحق	نقش آغاز
۳	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ	عالم کے لیے عالم کی اہمیت
۶	مولانا قاضی عبدالکریم صاحب	قطعہ تاریخ وفات مولانا عبدالحق
۹	استاد محمد زرین شاہ	مرثیہ شیخ الحدیث محمد زکریا
۱۰	مولانا مدرار اللہ مدرار	تحریک روشنیہ کے بانی کے دعوے
۲۲	ڈاکٹر یحییٰ رحمان صاحب	پاکستان اور عربی زبان
۳۳	مولانا شاہ ابراہیم صاحب	اصلاح نفس و اصلاح معاشرہ
۴۱	جناب محمد عبدالرشید حیدر آبادی	کسب دنیا اور طلب دنیا میں فرق
۴۶	ڈاکٹر محمد حنیف صاحب	مولانا احمد حلیم باجوڑی
۵۲	مولانا ابوالکلام آزاد	ابوالکلامیات
۵۵	ڈاکٹر حمید اللہ فرانس / وغیرہ	افکار و اخبار
۵۶	ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی	انسان یا درندے؟
۶۰	ادارہ	حاصل مطالعہ
۶۳	مولانا محمد القیوم	دارالعلوم کے شعبہ روز

بدا مشترک پاکستان میں سالانہ ۳ روپے فی پرچہ : ۳ روپے بیرون ملک برقی ڈاک پونڈ ہوائی ڈاک پونڈ

سید الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

نقش آغاز _____ ”روسی ثقافتی طائفہ“

ان دنوں ملک میں ایک روسی ثقافتی طائفہ کا چرچا ہے کراچی سے راولپنڈی تک اس کی زد میں ہے اور طائفہ کی حیثیت یافتہ خواتین ثقافت اور فن کے نام پر نیم گرمیائیں تقصیر دہر دہر اور تھکر کئے جسموں کے فنی کتبوں کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ فحاشی بے حیائی اور اخلاق بگڑنے کا کون سا نمونہ یہ جو ایسے مظاہروں میں نہایت ایک سلطان قدم کے ہاں کسی بھی دور حکومت میں خدا کے غضب کو لٹکانے والے ایسے منکرات اور تبرج جاہلیہ کی ہرگز نہ گنجا لکھتے تھے کہ ایک ایسے دور حکومت میں جو شریعت و اسلام اور نفاذ اسلام کی طرف پیش رفت کا دروازہ کھلتا ہے اور اس سمت میں کچھ نیم دلانہ قدم بھی اٹھا رہی ہے کوئی بھی باغیہ اور اپنی درد سے سرشار شخص نہ تو ایسے امور کو غصہ سے دیکھ سکتا ہے نہ اظہار حق اور کلمہ نصیح و خیر خواہی سے سکوت بخراں کا اسلام رو اور اسلام اسلام ایک جامع جہہ گیر مقرر اور مجبور انقلاب ہے اس سمت میں بیگیت مٹا دیا اور مقصد ہم اقدامات ہم ہرگز منزل پر نہیں پہنچ سکتے۔ گاڑی ایک ہی سمت پر سفر جاری کر سکتی ہے۔ بیک وقت ہم یہ منورہ اور ترکستان نہیں پہنچ سکتے۔ فن و ثقافت کے نام پر بے پروگی اور فحاشی کا یہ بازار پھیلے ہوئے حکومت میں خوب جتنا تحفظ ایکس نتیجہ سامنے آیا۔ طاؤس و رباب اور حدود اللہ کو پامال کرنے والی لہو و لعب اور سیر و تفریح کا انجام بالآخر زوال اور تباہی ہوتی ہے۔ اشاعت فاحشہ کو آپ بوجھ نام دیں مگر نہ ہر تریاق کھلانے سے اپنی خاصیت نہیں کھو سکتا اور اشاعت فاحشہ پر قرآن نے عذاب عظیم کی ”بشارت“ دی ہے۔ ہوتا تو یہ کہ اسلام کی سمت انقلابی اقدامات کے ساتھ ساتھ پوری قوم ذہنی و فکری اور عملی میدانوں میں بھی اسلامی فضائیں ڈوب چکی ہوتی تھیں۔ انقلاب کا دروازہ ہوتا مگر افسوس کہ اس وقت پوری قوم ثقافت و فن کے ان شرمناک سرگرمیوں کے ساتھ بل کو دہر دہر لہو و لعب کے طوفانوں میں ڈوبتی جا رہی ہے۔ کرکٹ کا آم کا شیل پوری پاکستانی ملت کو مفلوج کرنا چلا جا رہا ہے جب کہ دشمن اپنی طاقت منظم کر رہا ہے اور سرخ سمارج کا سیلاب دروازوں سے ٹکرا رہا ہے اور ہم اسی سرخ سمارج کے سرخ و سفید ثقافتی طائفوں یا ”طوائفوں“ سے نطفہ انداز ہو رہے ہیں جن کا لائق تکتا اسلامیہ افغانستان کے خون سے سرخ ہے ایسے حالات میں یہ ثقافتی طائفہ ثقافت کا مظاہرہ نہیں بلکہ مجبور و مقہور مسلمانان افغانستان اور بے گھر و گھر شہداء جہاد پر غصہ بکھڑا کر رہا ہے۔

ہمیں اپنے محترم صدر پاکستان سے بہت کچھ کہنا ہے مگر ان کی فرصت میں صرف اتنی گزارش کریں گے کہ اسلام بذات خود ایک عظیم انقلاب ہے اس کے لئے بہت سی قربانیوں اور بڑی جراتوں کو مناد رکھا ہے۔ یہ راہ لوگوں کے مزاج و نام رخ اور فضا کو دیکھ دیکھ کر اور پھونک پھونک کر قدم اٹھانے سے ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ ہر دم میں صرف اور صرف خدا کے جبار و قہار کے احکام و مصلحتات کو پیش نظر رکھنا ہو گا۔ حضرت عائشہ ام المومنینؓ نے امیر المومنین حضرت معاویہؓ کو ان کے مہاجر حکمرانی میں ان ہی کی خواہش پر ایک جامع نصیحت لکھی تھی۔ جناب صدر کے لئے اس خدائی اور مختصر جملہ میں بہت کچھ سماں نصیحت موجود ہے۔ حضرت عائشہؓ کے مسلمانوں کے حکمران حضرت معاویہؓ کو لکھا:۔

سلام عليك ايها الناصر فاني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول - من اتقى الله بسخط الناس كفاه الله مائة الف الف الف

من اتقى الله بسخط الناس وكلمه الله الى الناس - والسلام عليك

ترجمہ: میں نے حضور اقدسؐ کو بفرماتے سنا کہ جو شخص لوگوں کی ناراضگی کا خیال کئے بغیر اللہ کی رضا چاہے گا لوگوں کی کثرت سے خدا سے عفو رکھے گا اور جو لوگوں کی خوشنودی کی خاطر اللہ کی ناراضگی مولے گا تو اللہ اس کا معاملہ عوام ہی کے سپرد کر دے گا:۔

عالم کیلئے عالم کی اہمیت

۹ جنوری کو دارالحدیث ہال میں دارالعلوم کے صدر مدرس حضرت علامہ مولانا عبدالحق مدظلہ صاحب فاضل دیوبند کے سناٹہ ارحال پر تعزیتی اجتماع ہوا جس میں کئی اساتذہ اور طلبائے مرحوم کے صفات و کمالات پر خطاب کیا۔ اس موقع پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کا خطاب پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

نحمدہ ونصلی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موت العالم موت العالم راو کما قال علیہ السلام) میرے نبیائو اور بزرگو! جس عظیم صدمہ نے آپ اور ہمیں یہاں جمع کر رکھا ہے۔ واقعی اس کی گہرائی تک پہنچنا مشکل ہے۔ نسبی والد کی جدائی اولاد کے لئے کتنی مشکل ہوتی ہے۔ نسبی باپ؟

روحانی مرنے اور استاد کے حقوق | تو استاد پھر خاص طور سے تفاسیر و احادیث کا استاذ، فقیہ اور رسول فقہ کا معلم، نور روحانی والد ہوتا ہے۔ روح کی تربیت، روح کا تزکیہ تو علم دین ہی سے ہوتا ہے۔ اور علم دین ہمیں اساتذہ اور علماء بتاتے ہیں۔ جسمانی اور نسبی والد جو ہم سب کا ہوتا ہے۔ اس نے ہماری نشوونما کی ہے۔ تربیت کی ہے۔ مگر جسم کی بڑی اور گوشت کی نشوونما ہے۔ روٹی کا فکر کیا ہے۔ کپڑے کا فکر کیا ہے۔ مگر عالم اور استاد ہمیں کفر سے ایمان کی طرف لایا۔ اس نے ہمیں توحید سکھائی۔ اس نے ہمیں رسالت کا مقام سکھایا۔ اس نے ہمارا عقیدہ درست کیا۔ اس کی وجہ سے ہم اخلاق فاضلہ عقائد صحیحہ کا مجموعہ بنے۔ تو یہ برکت اس استاد اور عالم کی ہے کہ اس نے یہ تربیت دی۔ تو وہ روحانی مرنے ہے اور باپ جسمانی مرنے ہے۔ اور جیسے روح طبیعت ہے اور جسم اس کے مقابلہ میں کثیف تو دونوں ہیں جو نسبت ہے وہی نسبت ان دونوں کے حقوق کی ہے۔ کثیف جسم کے مرنے (والد) کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان اشکری ولوالد یک۔ تو جو روحانی تربیت کرتا ہے اس کا کتنا بڑا حق ہو گا؟ اس کی ہمارے ساتھ کتنی شفقت ہو گی اور کتنا احترام اس کا ہمارے قلب میں ہونا چاہئے؟ تو بھائیو! آج اس احاطہ دارالعلوم میں شامل تمام افراد بلکہ سارے صوبہ اور پاکستان کے لئے یہ صدمہ بہت بڑا صدمہ ہے موت العالم موت العالم۔

عالم سارے انسانوں کا خیر خواہ | اور دنیا میں ایک شخص صرف اپنی جان کی پرورش کرتا ہے۔ کہ اس کی خوراک رہائش لباس اچھا ہو۔ صرف اپنی فکر ہے دنیا سے اور کسی سے کوئی تعلق نہیں۔ اور ایک انسان وہ ہے جو اپنے کنبہ کی پرورش کرتا ہے۔ اسے پڑھاتا ہے۔ اپنی فکر بھی ہے مگر کنبے کا بھی پاس ہے۔ بھائی بندی کا فکر ہے خویش و آقا کا بھی فکر ہے مگر اوروں کا نہیں۔ اور ایک انسان وہ ہے جو ساری دنیا کل عالم کا خیر خواہ اور سہمدار ہے۔ ہمارا یہ مختصر سا احاطہ دیکھئے۔ اس میں بلوچستانی بھی ہے۔ افغانستانی بھی ہے۔ سرحدی بھی ہے اور پنجاب و سندھ کے قبائلی بھی ہیں۔ تو عالم اور استاف اپنی ذات کے لئے نہیں ہوتا کہ صرف اپنی ذات کی نشوونما کرے۔ عالم کنبہ پرور نہیں ہوتا عالم حضور کا نائب اور قائم مقام ہوتا ہے۔

حضور کی شانِ رحمت | اور جسے حضور اقدس رحمۃ اللعالمین اور شفیع المذنبین ہیں اور ساری مخلوق کے لئے باعثِ رحمت و خیر ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کو معلوم ہے کہ جنگِ احد میں دانت مبارک شہید کر دئے گئے۔ جسم مبارک زخمی ہوا تو اس مرتبی عالم اور روحانی والد نے فرمایا

اللہم اھد قومی فانہم لا یعلمون۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کہ یہ جانتے نہیں۔ اور ایسا وقت بھی آیا کہ حضور نے دعا فرمائی۔ کہ اے اللہ میں بھی انسان اور بشر ہوں اگر بحق قضائے بشریت غصبہ کی کوئی بات کسی کے بارہ میں میرے منہ سے نکل گئی ہو یا کسی کو بددعا کی ہو تو وہ بھی اس کے حق میں نیک و عابد ہے۔ کبھی انہوں نے کسی سے انتقام نہیں لیا۔ مکہ معظمہ فتح ہوا تو سارے کافر جمع ہیں۔ ہر ایک کا یقین ہے کہ اب تو حضور گردن کاٹ دینے کا حکم دیں گے۔ حضور کے سامنے سب سرنگوں کھڑے ہیں ۱۲ سال کے مظالم کا فروں کے سامنے ہیں۔ اور نادم و شرمندہ ہیں۔ تو حضور اقدس نے ان سے دریافت فرمایا۔ کہ میرے متعلق آج کیا خیال ہے؟ کہا حضور آپ ہمارے بھائی ہیں، بہت اچھے بھائی اور مہربان بھائی۔ ہم نے بہت زیادتی کی ہے مگر توقع آپ سے بھلائی کی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ انتم انظلقار۔ چائے سب آزاد ہو جو چاہے جو مرضی ہو کر دو۔

حضور نے فتح مکہ کے موقع پر کسی کو جبراً مسلمان بھی نہیں کیا۔ یہ بھی حکم نہیں دیا کہ مسلمان ہونا پڑے گا۔ بلکہ فرمایا جو چاہے ہو کر دو۔ آج میں حضرت یوسفؑ عزیز مصر کی طرح معاملہ کروں گا کہ جن کے ہاتھ میں اختیار تھا۔ مگر بھائیوں سے فرمایا۔ لا تشریب علیکم الیوم۔ میں ملامت بھی نہیں کرتا گلہ شکوہ بھی نہیں کروں گا۔ کہ مجھے کنوئیں میں ڈال دیا۔ باپ سے جدا کر دیا۔ غلام بنا دیا۔ تو فرمایا۔ کہ میں آج تم سے تمہارے ماضی کے مظالم کا ذکر بھی نہیں کروں گا۔

الغرض عالم تو ایسے مشفق سرور رحمت نبی کا نائب اور قائم مقام ہوتا ہے۔ — العلماء و رثۃ الانبیاء — اور جسے انبیاء کرام سب کے لئے رحمت ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان کے نائب عالم بھی صرف اپنے پیٹ اور اپنے کنبے کے لئے نہیں بلکہ اس کے لئے ساری امت برابر ہوتی ہے۔ کل عالم کل افراد انسانی کو جنبت لے جانے کی سعی اور

کوشش ہوتی ہے۔ اور اسی وجہ سے چونکہ عالم سارے عالم کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ ایسے عالم خصوصاً مدرس عالم جو بھلائی پھیلا رہا ہے کہ لے ساری مخلوق، دریا کی مچھلیاں، اور شجرات الارض، کیڑے مکوڑے اور حیوانیاں بھی اپنے پلوں میں دعا کرنے ہیں۔ کہ اللہ اس کی عمر بڑھاوے۔ اس کی عمر میں برکت دے۔ کہ انہیں اندازہ ہے کہ عالم کا وجود ان سب کی بقا کا ذریعہ ہیں۔

علم دین بقا عالم کا ذریعہ | عالم ہوگا تو دین بھی ہوگا۔ علم دین ہوگا تو دیندار بھی ہوں گے۔ دیندار ہوں گے تو کام بھی وہ دین ہی کا کریں گے۔ وہ ذکر الہی، اللہ، اللہ اللہ خواہ عملاً ہوتا قولاً کرتے رہیں گے۔ مسلم شریفین میں اتنا ہے کہ جیسا اس انسانی بدن کے لئے روح اس کی حیات اور حرکت کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح عرش سے فرش تک کل عالم کا نظام بھی ایک مرکز سے وابستہ ہے۔ وہ مرکز کیا ہے؟ ذکر الہی اور دین۔ توحید تک ذکر الہی اس روئے زمین پر جاری رہے گا تو یہ عالم بھی باقی ہوگا۔ یہ آسمان، یہ زمین، یہ دریا یہ بحر و بر بھی ہوگا۔ یہ غلہ اور راج بھی ہوگا۔ کہ یہ سب خادم ہیں اور مخدوم ہو تو خادم بھی ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ تو کل عالم کی بقا، ذکر کی برکت سے ہے اور ذکر اس وقت تک ہوگا جب تک ذکر بتانے والے ہوں گے۔ علماء ہوں گے۔ تو مچھلیوں اور شجرات کی علماء کے لئے یہ دعائیں حقیقت میں اپنے لئے ہیں۔ ہمیں اس کا احساس نہ ہو مگر انہیں یہ احساس ہے۔ پانی نہ ہو تو مچھلی کیسے زندہ رہے گی؟ پانی آتا ہے بارش سے چشمے بہاؤ ہے اللہ تعالیٰ۔ توحید عالم نہ ہو تو پھر ان خادموں، بادلوں، چشموں، دریاؤں کی کیا ضرورت؟ نہ غلہ ہوگا نہ دانہ نہ پانی۔ کہ خادم شہیار کا مخدوم نہ رہا۔ جو ذکر الہی ہے توحید تک ذکر الہی ہے عالم بھی ہے ذکر ختم ہوا تو گویا دنیا کا مارٹ فیل ہوا۔ ایک دم جیسے قلب رک جائے اور یہ بند ہوا تو فوراً قیامت قائم ہو جائیگی۔ امام بخاری کتاب العلم میں فرماتے ہیں: کہ قیامت واجبہ عظمیٰ اور واجبہ کبریٰ ہے۔ عظیم ترین صدمہ ہے سارے عالم پر، اب اگر مثلاً ایک شخص کوئی مسجد کوئی مدرسہ گرا دے تو بڑا ظلم کیا اس نے، بڑی بے انصافی ہے، مسجد تو بڑی پیر ہے مسجد کی ایک لکڑی جلا دی ایک اینٹ توڑ دی تو بہت بڑا ظلم کیا۔ اور اگر ایک شخص روئے زمین کی ساری مساجد و عبادت گاہیں گرا دیں (اللہ) روضہ اظہر بھی دھوا گیا۔ جیسے قیامت کے وقت عرش کو کرسی روضہ مبارکہ سب نہ ہوں گے۔

علم دین کا ختم ہونا قیامت کا ذریعہ ہے | تو یہ قیامت حقیقت میں کون لایا؟ امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ ایک عالم جب درس دیتا ہے پڑھنے والے بھی ہوں تعلیم بھی ہو تو علم بھی ہو تو یہ زمین آباد ہوگی۔ خانہ کعبہ بھی آباد ہوگا۔ حج بھی ہوگا، نماز بھی اور روزہ بھی اور قیامت سے قبل علم اٹھ جائے گا۔ ذکر الہی نہیں، عالم نہیں تو یک دم یہ عالم تباہ ہو جائے گا۔

دیکھئے، ایک مباشر ہوتا ہے ایک سبب تو سبب کا حکم بھی مباشر کا ہوتا ہے۔ ایک شخص قتل کا ارتکاب کرتا ہے

وہ مباشر ہے۔ ایک شخص دوسرے کو قتل کا حکم دیتا ہے وہ سبب ہے تو سبب والا بھی ماخوذ ہوتا ہے یا نہیں؟ آپ لوگ منطقی ہیں کہیں گے کہ خدا نے مٹا دئے، ٹھیک ہے مگر دنیا عالم اسباب ہے۔ بھوک پیاس خدا مٹاتا ہے مگر ظاہری اسباب اللہ نے ہمارے لئے پیدا کر دیئے۔ اولاد اللہ دیتا ہے مگر بظاہر سبب نکاح ہے۔ عالم اللہ بناتا ہے۔ مگر یہ درس، مدرسہ اور کتابیں سبب ہیں یہ عالم اسباب ہے جس کی بنا پر سارا عالم چلتا ہے۔ اس کا موثر حقیقی اللہ پاک ہیں۔ سبب موثر نہیں، علاقہ ہے مگر ان اسباب کا ارتکاب و اختیار جس نے کیا اس پر بھی مباشر حکم کا اجرا ہو گا۔ تو قیامت برپا کیا حقیقت میں اللہ نے، وہ مباشر ہے حکم اسی کا ہے مگر اس کا سبب علم کا معدوم ہونا ہے عالم کا نہ ہونا ہے، علم کا نیست ہو جانا ہے، علم کی یہ گم شدگی سبب بنی قیامت کی جس سے سارے مساجد مٹ گئے خانہ کعبہ منہدم ہوا روضہ اطہر نہ رہا تو سبب کچھ اس عالم نے کیا جو پڑھتا نہیں تھا یا وہ طلباء جو پڑھنے والے نہ تھے گو یا قیامت کو لانے کا ذریعہ کون بنے گا؟ مولوی کہ جس کے ختم ہو جانے سے ذکر الہی ختم ہوا عبادت ختم ہوئی اور قیامت آگیا۔

تو حشرات و طیور جب عالم کے لئے دعا کرتے ہیں تو ساری دنیا کے ساتھ ساتھ وہ اپنی بھلائی چاہتے ہیں ورنہ اسباب حیات معدوم ہو جائیں گے تو کوئی نہ رہے گا۔ تو امام بخاری کا یہ استنباط کہ قیامت کا سبب ترک علم دین اور ختم علم دین ہے بالکل صحیح ہے کہ موت العالم موت العالم۔ عالم کی موت سے ایک موت تو یہ ہے کہ اس کے اسباق درس و تدریس کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ مگر حقیقتاً عالم کی موت عالم اور کائنات کے لئے رفتہ رفتہ داہیتہ کبریٰ قیامت کا ذریعہ بنتا ہے۔

مولانا مرحوم کی جامعیت | تو آج ایک عالم کی جدائی میں ہم سب مغموم و پریشان ہیں یہ (مولانا عبدالحلیم مرحوم) ایک ایسے عالم تھے کہ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، اور فنون کے جامع تھے۔ ہمارے ساتھ تو خاص تعلق اور خاص واسطہ تھا اللہ کو یہ منظور تھا، ہم جب جلالیہ (علاقہ چھچھ) میں غالباً شرح جامی پڑھتے تھے اس وقت مولانا مرحوم بھی وہاں تھے۔ ان کی عمر غالباً میرے برابر تھی سال آٹھ تقدیم تاخیر شاید ہو۔ اس وقت بھی کافیہ، شرح جامی کے تذکرے میں شریک ہوتے اس عمر میں ان کے ساتھی کہا کرتے کہ اللہ نے انہیں کتنی ذہانت دی ہے۔ پھر جب سے یہ دارالعلوم حقانیہ قائم ہوا ہے اس کے ساتھ ان کا خاص تعلق رہا۔ پہلے ہماری چھوٹی سی مسجد میں سالہا سال یہ سلسلہ رہا۔ مولانا وہاں بھی درس دیتے تھے۔ حاجی محمد یوسف صاحب کی مسجد میں قیام تھا۔ پھر ہماری اس مسجد کے سامنے مکان میں رہے۔ کچھ عرصہ عوارض کی وجہ سے گاؤں میں رہ گئے وہاں سے چند ایک دن بعض مدارس میں رہے مگر ہر جگہ فرماتے کہ جو ذوق و شوق مجھے دارالعلوم حقانیہ میں حاصل تھا اور جو روحانیت مجھے دارالعلوم میں ملتی ہے وہ کسی اور جگہ نہیں۔ تو تدریس کرنا ہی نہیں گاؤں میں چھوٹی سی دکان ڈال دی مجھے خبر ہوا کہ مولانا فارغ ہیں تو

مصیبت کے وقت مومن کا شیوہ | مگر بھائیو! دنیا سے سب کو جانا ہے۔ کل من علیہا فان۔ یہ اللہ کا مقرر شدہ قانون ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضورؐ کی وفات کے وقت جیب کہ معمولی صدمہ نہ تھا عقول، حواس باختہ تھے۔ حضرت عمرؓ جیسے مدبر اور ذہین شخص تلوار نکال کر کھڑے ہوئے کہ جس نے کہا کہ حضور اقدسؐ وفات پا گئے اس کا سر قلم کر دوں گا۔ توحید ان جیسے متین انسان کے قلب مبارک پر صدمہ کی وجہ سے بے حد دباؤ تھا اور اور ابو بکرؓ شریعت لائے اور یہ اہمیت پڑھی۔

انک میت و انہم میتون تب سب کو احساس ہوا کہ آپ اور ہم سب نے یہاں سے جانا ہے۔ پھر فرمایا۔
 من کان یعبدا اللہ فان اللہ حتی لا یموت ومن کان یعبدا محمداً فان محمداً قد مات (او کما قال) یہ ابو بکرؓ کا حوصلہ کھٹا اور
 جنتنا ان کا مقام سارے صحابہ سے اونچا ہے۔ اسی طرح حوصلہ بھی اللہ نے ان کو دیا تھا صحابہ کو بتا دیا کہ جو راستہ
 حضورؐ نے ہمیں بتایا ہے اسی کی پیروی کریں گے۔

تو حضرت مولانا کی جدائی سارے ملک کے لئے نقصان ہے مگر دارالعلوم کے لئے واقعی بات یہ ہے کہ جو خلا ہوا ہے جو نقصان پہنچا ہے اس کی کوسوائے اللہ کے فضل و کرم اور امداد خداوندی کے بغیر پورا نہیں کیا جاسکتا سب تلامذہ کی تربیت اور علمی فیضان سے محروم ہو گئے۔ ہمارا سہارا سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں۔ ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ہی دین کا محافظ اور نازل کرنے والا ہے اس کی خدمت کے لئے یہ طلباء، اس تادمہ غلمہ یہ معاونین اور وابستگان ہیں تو یہ — انا نحن نزلنا الذکر وانا له لسا فظون۔ والی حفاظت ہے

دعا | ہمارے اللہ سے درخواست ہے کہ وہ حضرت مولانا کے درجات بلند فرمائے عمر بھر جو دینی خدمات انہوں نے انجام دیں قیامت تک اس کے برکات باقی رکھے۔ اور ان کی قبر کو روضۃ من ریاض الجنۃ بنادے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام ان کو نصیب ہو اور ان کی جدائی سے دارالعلوم کو ہر کمی پہنچی ہے اپنے فضل و کرم سے اُسے پُر فرمادے ان کے خاندان اور دوست و اصحاب تمامہ سب کو صبر جمیل عطا فرمادے۔ اور ان کے علوم قیامت تک شاگردوں کے ذریعہ باقی اور محفوظ رکھے۔ یہ تلاوت کلام پاک جو کی گئی ہے اللہ تعالیٰ اسے شرف قبول بخش کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام تابعین اور ساری امت خصوصاً حضرت مولانا مرحوم کی روح مبارک تک اس کا ثواب پہنچا دے۔ اللہ اپنے فضل سے ہمیں اس کا اجر دے اور وہ اجر ان ارواح طیبہ تک پہنچا دے جو اساتذہ زندہ ہیں اللہ ان کی عمر میں برکت ڈال دے ہم سب ایک مرکز سے وابستہ ہیں جو

دارالعلوم دیوبند ہے۔ حضرت مولانا مرحوم اور ہم سب وہاں اکٹھے رہے اور یہاں بھی، تو یہ ساری خدمات وہاں کے مشائخ بالخصوص حضرت شیخ مدنی، حضرت شیخ الہند، حضرت نافو قوی، حضرت مولانا محمد یعقوب وغیرہ جو گذر چکے ہیں ان کے فیوضات اور دعائیں ہیں اور ان کی تعلیمات میں جو ہم آپ کو نقل کرتے رہتے ہیں اور آپ انشاء اللہ آئندہ نسلوں اور قوموں تک انہیں پہنچائیں گے۔ تو ان سب اکابر کے حق میں دعا فرمائیں دعا اور ایصالِ ثواب جتنی بھی سخاوت ہوگی اتنا ہی اجر بھی اضعافاً مضاعفاً ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس صدمہ کے غوض میں نصیب فرمائے۔ جو علماء، طلباء، فضلاء اور اہل علم کل سے اخلاص و محبت کا مظاہرہ فرما رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو اور تمام معادین دارالعلوم کو دنیا و آخرت کی سرخروئی سے نوازے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

قطعہ تاریخ وصال مولانا عبدالحسین قاسم

(از مولانا قاضی عبدالحسین قاسم کلاچی)

اس قحط الرجال میں یہ سانحہ اور بھی شدید ہو جائے عجب ہر دیکھنا ادھر میں ہی میں ہے۔
یعنی امانیت اور نفسانیت کی فطرت میں جب ہر طرف سے ہم لوگ گھرے ہوئے ہیں ایسے میں اللہیت کی کرنیں خاموش ہونے لگیں تو یقیناً دل بٹھنے لگتا ہے۔ حضرت جو خیر کثیر ساتھ لے گئے ہیں انہیں تو انشاء اللہ "واللہ صبیحہ وہی بس ہے۔ واللہ خیر مثلاً۔ لیکن علم کا یتیم موجب تشویش ہے۔ ما شاء اللہ والامریہ اللہ
حضرت کی شفقت یاد آئی اور یہ تک بندی ہو گئی ہے

خونچ کا ندیم با قلب و ونیم
بر وصال حضرت عبدالحسین
بہر تار بخش بگو نالہ کناں
شیخ حق در جنتہ ماوی رساں

۱۰۸ / ۲۰۴ / ۲۵۲ / ۲۸ / ۲۶۱

للاستاذ محمد رزين شاوي

رثاء الشيخ محمد زكريا

القصيدة في رثاء بركات الحصى شيخ الحديث محمد زكريا رحمه الله عليه

لقد رحل الشيوخ من الديار
عريمٌ ثم قاقٌ ثم حزونٌ
مضى علماءنا وبُذِرَ علمٌ
تسلسلت الدواهي والزاريات
معنا راح مولانا زكريا
هو الشيخ المبقل ذو المعالي
وحيد الدهر ليس له نظيرٌ
له الكتب اليتيم في علومه
وكل كتابه للصدر مشجّرٌ
وبالتبليغ دافع عن عداءٍ
محن كل الفساد عن الانام
سقى كل الوري من فيض علم
ويذكر ربه في كل حين
ولست بقادر بديحه بل
الهي اعطه جنات عدن
وامطر رحمة بزار شيخ
رزق سائل دوماً وداع

فاجزى دمعنا مثل البحار
طويل كل ليل والنهار
بقينا في الظلام بلامنا
فقلبي ثم عظمي في انكسار
فواحرماننا من ظل باري
امام زمانه راس الفيار
حدث عصره مثل البخاري
ففيض علومه في الناس جار
وكل مبصر في عين قاري
وكان امامهم مثل الجدار
وكافح كل حين عن شرار
فمنبع فيضه ذا في انفجار
فافتى عمرة في الاذكار
اتي بنبذة بالاختصار
واعل مقامة في خير دار
وبارك رب في هذا المزار
اقل يارب لي كل العشار



تحریک روشنیہ کے بانی کا دعویٰ نبوت و رسالت ایک تحقیقی جائزہ

میں آپ کی توجہ میں یہ بات لاتا چاہتا ہوں کہ آپ اس موضوع کو اس کے پورے دائرہ و علیہ کی روشنی میں دیکھیں "فما بال القرون الامدی" یا "تلك امته قد خلت لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت" کے تقاضے درست ہیں لیکن یہاں تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔ اگر چار سو سال پہلے یہ جنگ حق و باطل کے درمیان تھی تو آج بھی بالکل وہی صورت حال ہے۔ مارکسزم کے علمبردار اس موضوع کے ضمن میں اپنے مقاصد حاصل کر رہے ہیں۔ روس کے ادیبوں نے بھی اس پر کام کیا ہے۔ اور کابل کے ادیب بھی اپنے پورے ساز و سامان کے ساتھ مصروف عمل ہیں آج سے ۹ سال پہلے صدر داؤد کے عہد صدارت میں "پیر و شال کی یاد میں" ایک عظیم سیمینار منعقد ہوا تھا جو چھ اجلاسوں پر مشتمل تھا جن میں فارسی اور پشتو میں تقریباتیں مقالے پڑھے گئے۔ صدر داؤد اور وزیر تعلیم کے پیغامات بھی پڑھے گئے۔ ایک روسی ادیب اور ایک ایرانی ادیب نے بھی مقالے پڑھے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ بایزید نے اس وقت امیر و مغرب کے درمیان طبقاتی جنگ لڑنے کا فرض انجام دیا۔ اور گورگانیو کی مرکزی حکومت کے خلاف پختونوں کو منظم کیا اور حضرت پیر بابا اور اخوند روپزہ نے خاکم بدین مغلوں کے ایجنٹوں کا کام دیا تھا۔ نظمیں بھی پڑھی گئیں۔ اس سیمینار کے مقالات کو ایک کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا۔

ایک مقالے کی چند سطریں آپ بھی پڑھتے۔

دائیمیت کہ یوے خواتی ماہیت لری نہ بے خوا پورہ طبقاتی جنبش دے۔ روخان

لہ اشرفیہ تیرہ بیالہ ہفتونچہ چہ دود نہضت مخالف دہ۔ زکے اوکورونہ برچی پہ زور و نشتل
اوبائے ٹو کو صفحہ کھادندہ یا نواد غلامانوتہ ورویشیل۔ کوم چہ لہ دہ سرہ تے پہ دے
نہضت کتبے برخہ آخستیلہ ۱۱
مجموعہ مقالات سینار بایزید ص ۲۰۹

اور پشتون نظم کا ایک بند یہ ہے۔

درویزہ دوسمنافو ایجنٹی کا۔ بایزید دپشتونو نمائندگی کا
لہ غلیم لہ خواپہ دے وجہ تاریک شو۔ دپشتون ملت چہ دہ ترجمانی کا
بایزید بہ تل تر تل روخانہ وینہ۔ افغانان بہ یادومی پہ ملی مینہ
مقالات کا مجموعہ کتابی سائز پر چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔

اور صوبہ سرحد کے ایک ادیب عبداللہ نے اپنی تصنیف ”روحانیات و مغلو تاریکیاں“
میں حضرت پیر بابا اور اخوندرویزہ کے بارے میں یہاں تک دریدہ دہنی کی ہے۔ کہتا ہے
”پیر بابا اور اخوندرویزہ د مغلو پلاس کنبے لکھ دہ کموڈل کی کمدیل“ وغیرہ
اس پس منظر کو پیش نظر رکھیں۔ یہ تو اچھا ہوا کہ بایزید کے کیمپ کے ایک دانشور ڈاکٹر عبد الرشید
نے ”الحق“ میں اپنا مضمون شائع کر دیا۔ ابتداء روشنائیوں کی طرف سے ہوئی ہے اور اب اللہ تعالیٰ
نے ”الحق“ کو موقع فراہم کر دیا ہے کہ اس موضوع کے ضمن میں اپنا علمی۔ دینی اور ملی فریضہ ادا کرے
جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان مباحث سے کیا فائدہ۔ ان کی نظر حالات زمانہ پر نہیں ہے۔ اگر علمائے
ربانی مارکسزم کے علمبردار ادیبوں کے مقابلہ میں خاموش رہے تو یہ خسارے کی بات ہوگی۔
(مدار اللہ نقشبندی)

لوگوں کو پیر تمام کی طرف بلانا | ۲۷-۱ بایزید اگر تیری رضا ہو کہ لوگوں کو پیغمبروں کی طرف بلائے پیر
تجھے چاہئے کہ انہیں اس کی طرف بلائے جو پیر تمام ہو (غیرالبیان ص ۳۲)

اس الہام میں بایزید نے صاف کہا ہے کہ خدا نے مجھے فرمایا کہ اگر تو پیغمبروں کی راہ کی طرف لوگوں کو بلانا چاہے
تو پیر تمام کی لوگوں کو دعوت دے۔ مطلب یہ کہ بایزید کے خیال میں انبیاء علیہم السلام اور پیر تمام ہم مرتبہ ہیں
اور پھر اس کے دعوے کے مطابق سارے زمانے کے لئے پیر تمام بایزید ہی ہے۔ تو اس اعتبار سے بایزید
ہی انبیاء علیہم السلام کا ہم مرتبہ ہوا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پیر تمام کے پردے میں یہ پیغمبری کا مدعی ہے۔ پھر الہام
میں ”اگر تیری رضا ہو“ کا جملہ قابل غور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ تعالیٰ کو بایزید کی رضا ہٹل

میں مطلوب ہے۔

خیر البیان پر ایمان نہ لانا موجب عقوبت ہے | ۲۵۔ بیشک انڈیپنڈنٹ ہندوؤں کو کتاب کا وارث قرار دیتا ہے جس نے اس پر ایمان لایا اور اس پر عمل کیا پس اس نے ہدایت و معرفت اور راحت پائی اور جس نے اس پر ایمان نہ لایا۔ اور اس پر عمل نہ کیا تو بلا شک وہ ضلالت، جہالت اور عقوبت کا مستحق ہوگا۔ ہادی نے یہ کلام کہا ہے (خیر البیان ص ۲۹)

ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی کتابوں پر ایمان لانا فرض ہے اور بایزید نے اپنی کتاب خیر البیان پر ایمان لانا اور اس پر عمل کرنا فرض قرار دیا ہے اور ایمان نہ لانے والے اور عمل نہ کرنے والے کو گمراہی، جہالت اور عذاب کی بشارت دی ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ بایزید نبوت و رسالت کا مدعی ہے۔
خیر البیان کی باقاعدہ تلاوت کی جاتی تھی | ۲۶۔ اور ہر روز و وقت عورتوں اور مردوں کے درمیان ایک بلند جگہ بنائی جاتی اور خلیفہ اس پر بیٹھتا اور ان کے سامنے خیر البیان یا مقصود المؤمنین (بایزید کی دوسری کتاب) پڑھتا اور اس کے معنی بیان کرتا اور عورت و مرد سنتے۔ جب یہ کتاب پوری ہو جاتی تو ہر آدمی اپنی استعداد کے مطابق اپنے گھر سے بکری، آٹا، گھی اور چاول منگواتا اور خلیفہ کے گھر بہت سا کھانا پکوا یا جاتا گاؤں اور شہر کے لوگوں کو دعوت دی جاتی اور کھانا کھلایا جاتا (حالات ص ۵۰)

حالات کے اس اندراج سے معلوم ہوا کہ بایزید کے پیروکار خیر البیان کے ساتھ قرآن کریم ہی کی طرح برتاؤ کرتے۔ بلکہ وہ خیر البیان کی وجہ سے قرآن کریم سے بے نیاز ہو گئے تھے اور قرآن کو متروک کر دیا تھا۔ گویا خیر البیان کے نزول کے بعد انہیں قرآن کی ضرورت ہی نہیں رہی تھی۔ اسی لئے تو انہوں نے خیر البیان کے پڑھنے اور اس کے معانی سمجھنے کے لئے سارا دن وقت کر دیا تھا۔ جب کہ تلاوت اور درس خیر البیان کی مجالس میں مرد و زن مخلوط بیٹھتے۔

پیر تمام پر سچا یقین رکھنا چاہئے | ۲۷۔ سچا یقین وہ ہے کہ پیر تمام پر سچا یقین رکھے اس کے کہنے پر عمل کرے اور مال و جان سے اس کی بہت خدمت کرے جس سے اس کو نیکی اور ایمان کی طرف راہ کھلے گی (خیر البیان ص ۲۵)۔
بایزید کہتا ہے کہ پیر تمام جب کہ وہ خود ہی ہے پر سچا یقین رکھنا چاہئے۔ تاکہ اس پر نیکی اور ایمان کا راستہ کھل جائے مگر سچی بات یہ ہے کہ پیغمبر کے بغیر کسی دوسرے پر یقین و ایمان لانا اسلام کے نزدیک ایمان ہی کا نقصان ہے۔

پیغمبروں کے زمرے سے ہونے کی علامت | ۲۸۔ دیکھو بایزید! پیغمبروں کے زمرے سے وہ ہے جس سے آدمی راہ پاتا ہے۔ جیسا کہ انبیاء اور مرسلین سے پاتا تھا۔ وہ لوگوں کو میری معرفت کی طرف بلاتا ہے۔ میری کتاب کے

کہنے پر گناہ سے میرے عذاب کے ذریعے ڈرتا ہے۔ اور میرے کہنے پر لوگوں کو میری راحت کی بشارت دیتا ہے۔

(خیر البیان ص ۲۳۰)

بایزید اپنے آپ کو ہادی اسی بنا پر کہتا ہے کہ وہ پیغمبروں کی طرح خدا کے حکم پر لوگوں کو سیدھی راہ دکھاتا ہے
اسی لئے تو وہ اپنے آپ کو پیغمبروں کے زمرے کے ساتھ ملاتا ہے۔

معرفت کے بغیر نیکیاں برائیوں میں تبدیل ہوں گی | ۲۹۔ وہ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ اطاعت اور دوسری
عبادتوں کو نیکیاں سمجھتے ہوں گے۔ پس اللہ قیامت کے دن ان کی حسنات کو معرفت توحید کے بغیر برائیوں میں تبدیل کرنے
کے ظاہر کر دے گا۔ (خیر البیان ص ۶۵)

اس الہام میں معرفت توحید کا ذکر کیا گیا ہے اور بایزید کے دعوے کے مطابق توحید کی معرفت پر تمام کے
بغیر کسی اور کام کا نہیں ہے۔ اور پر تمام بایزید ہی ہے جس پر یقین رکھنے کے بغیر لوگوں کی نیکیاں مقبول تو کجا وہ
برائیوں میں تبدیل کی جائیں گی۔ حالانکہ یہ پیغمبر کا مقام ہے کہ اس پر یقین دایمان رکھنے کے بغیر کوئی نیکی بارگاہ الہی
میں قبول نہیں ہو سکتی۔

ہادی پر یقین نہ رکھنے والے | ۳۰۔ جو مجھ پر اور صاحب ہدایت (ہادی) پر یقین نہیں رکھتا اور میری کتاب
کے لئے دائمی عذاب ہے | پر عمل نہیں کرتا اس کو میں دنیا کی زندگی میں اندھیرے سے نکال کر روشنی
کی طرف نہیں لے جاؤں گا۔ پس اس کو میں مرنے کے بعد دائمی اور ابدی عذاب سے نہیں نکالوں گا (خیر البیان ص ۶۶)
بایزید کا دعویٰ ہے کہ وہی صاحب ہدایت اور سارے زمانے کے لئے اللہ کی طرف سے مبعوث شدہ ہادی
ہے۔ اور اپنے آپ پر یقین اور ایمان نہ لانے والوں کے لئے دائمی عذاب کی خبر دیتا ہے۔ حالانکہ یہ مقام انبیاء علیہم
السلام کا ہے اور بایزید یہ مقام اپنے لئے ثابت کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نبوت کا مدعی ہے۔

بایزید مامور من اللہ داعی ہے | ۳۱۔ ۱۔ بایزید! تجھ پر فرض ہے کہ لوگوں کو میری معرفت کی طرف بلائے
انبیاء علیہم السلام کی سمجھ کے مطابق ۱۔ اے سبحان! مجھے اپنے حکم سے پیغمبروں کی سمجھ بتا دے۔ اے بایزید! میں نے
شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت اور وحدت پیغمبروں کی سمجھ کر دی ہے (خیر البیان ص ۶۷)

بایزید نے لوگوں پر اچھ مقامات یکے بعد دیگرے فرض کر دیے ہیں جن کے نام یہ ہیں :-

شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت، وحدت، اقربیت، وحدت اور سکونت۔

لیکن وہ یہ مقامات انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی فرض قرار دیتا ہے۔ اور ان کی سمجھ کو ان اچھ مقامات تک
ہی محدود کرتا ہے۔ مذکورہ الہام میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ بایزید کو انبیاء کے مقامات اور انبیاء کی سمجھ عطا کر دی گئی
ہے اور اس طرح وہ اپنے اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان کوئی فرق محسوس نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ بایزید الہام

کے پردے میں اللہ تعالیٰ سے براہ راست مکالمہ اور مخاطبہ کا قائل ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسی وقت اس کا جواب دیتا ہے جیسا کہ الہام مذکورہ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہ بہت بڑا مقام ہے۔ جو وہ اپنے لئے ثابت کرتا ہے جب کہ الہام، القار اور "در دل افگندن" کو کہتے ہیں۔ نیز کتب عقائد میں لکھا ہے۔

”فَالِلْهَامُ لَيْسَ بِعِبَادَةٍ“

یعنی الہام حجت شرعی نہیں ہے اور بایزید الہام کے ذریعے لوگوں پر بے شمار نئے فرائض اور امر و نہی عائد کرتا ہے اور یہ انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی اور کا کام نہیں اور عجب بایزید یہ مقام اپنے لئے ثابت کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نبوت و رسالت کا مدعی ہے۔

وحدت میں اپنی اور معبود کی ذات کو ایک سمجھو | ۳۲۔ فینبغی ان لا تسکنوا فی القربة

ویرفعوا اقدامکم الی الوصلۃ اذکس و اذکم واحد مع ذات المعبود و صراط التوحید“
ترجمہ: پس تمہیں چاہئے کہ قربت میں قرار نہ پکڑو۔ اور وصلت کی طرف اپنے قدم بڑھاؤ اور وصلت کے ذکر میں اپنی ذات کو ایک یاد کرو معبود کی ذات کے ساتھ۔

بایزید نے اپنے مریدوں کو "مقامات ثمانیہ" میں سے ہر ایک مقام کا الگ ذکر بتایا ہے۔

مقام وصلت کا یہ ذکر بتایا کہ

"میری ذات معبود کی ذات کے ساتھ واحد ہے"

اور یہ ذکر اس وقت تک جاری رہتا جب تک اس سے بلند مقام پر ترقی نہیں ہوتی۔ لیکن اس قسم کے ذکر سے آدمی کا ایمان سلامت نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اپنی ذات اور اللہ کی ذات کو ایک سمجھنا الوہیت کے دعوے کے مترادف ہے اور مقامات ثمانیہ میں سے آخری مقام سکونت کا حل اس طرح بیان کرتا ہے۔

سکونت انبیاء کا مقام ہے | ۳۳۔ بدائید اے گروہ بادشاہان و امیران کہ مقام سکونت مقام پیغمبران است

(صراط التوحید ص ۱۱۰)

ترجمہ۔ اے بادشاہوں اور امیروں کے گروہ! سمجھو کہ سکونت کا مقام پیغمبروں کا مقام ہے۔

بایزید اپنے آپ کو سکونت کے مقام پر فائز سمجھتا ہے اور اس مناسبت سے اپنے آپ کو مسکین کہتا ہے۔ اس نے

ود مہر بنوائی تھیں جن میں سے ایک پر

"بایزید مسکین ہادی المضلین"

لکھا تھا۔ اس کے نزدیک سکونت کے مقام میں تمام پیغمبر شریک ہیں۔ جن میں یہ خود کو بھی شامل سمجھتا ہے اور اگر یہ

اپنے آپ کو پیغمبر نہ سمجھتا تو سکونت کے مقام پر جو بقول اس کے پیغمبروں کا مقام ہے اپنے آپ کو فائز نہ سمجھتا۔ لیکن بایزید اس مقام پیغمبران "پر بھی صبر نہیں کرتا بلکہ پیغمبروں سے بھی اپنے لئے اپنے منفرد مقام حاصل کرتا ہے جب کہ وہ مقام احدیت اور صمدیت کا مقام ہے۔ اور پھر وہ کہتا ہے کہ اس مقام میں بندہ عبدیت اور عبادت کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔

سکونت پانے والا غنی اور صمد ہو جاتا ہے | ۳۲۔ من دجدا سکونۃ اللہ صار غنیاً و صمداً یحرک جسدہ

ظاہراً ولن یحرک روحہ باطناً ابداً عیان ہادی ویثلی دی دا کلام (خیر البیان ۲۴۳)

ترجمہ۔ جس نے اللہ کے ساتھ سکونت پائی تو وہ غنی اور صمد ہو گیا۔ بظاہر وہ جسم کو حرکت دیتا ہے اور باطن میں اس کی روح قطعاً حرکت نہیں کرتی ہمیشہ کے لئے۔ یہ بات عیان ہے ہادی نے (بایزید) یہ بات کہی ہے۔

پچھلے مضمون میں قارئین کرام کو حضرت اخوندزادہ یزہ بابا علیہ الرحمۃ کی وہ بات ہو گی جو انہوں نے بایزید کے متعلق کہی تھی کہ

"بایزید نے نہ غسل کیا اور نہ وضو کیا اور نماز میں مشغول ہو گیا"

وہ دراصل بایزید کے اس مقام سکونت کی طرف اشارہ تھا کہ اس مقام پر پہنچنے کے بعد وہ نماز وغیرہ عبادت سے بری الذمہ ہو گیا تھا۔ صرف لوگوں کے دکھاوے کے لئے بظاہر جسم کو نماز میں حرکت دیتا تھا اور باطنی طور پر وہ نماز میں قطعاً مشغول نہیں ہوتا تھا اور نہ اس کے شرائط وضو وغسل وغیرہ کی پابندی کرتا تھا۔ اس مطلب کو بایزید نے اپنے ایک دوسرے الہام میں زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ

لوگوں کو دکھاوے کے لئے عبادت میں مشغول ہو | ۳۵۔ اگر موجد وہ عبادت چاہتا ہے جس پر وہ نہ

مشرک اور نہ کافر ہو جائے پس اس کو چاہئے کہ لوگوں کے سامنے اپنا بدن اور اعضاء عبادت میں مشغول کرے جس کی وجہ سے میری عبادت سے دوسرے آدمی نہ نکلیں۔ (خیر البیان ص ۲۶۶)

اس الہام کا مطلب بالکل واضح ہے جس پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔

سکونت سے بالاتر کوئی مقام نہیں | ۳۶۔ میں نے سکونت کا مقام بہتر کر دیا ہے سکونت کے مقام سے اوپر

کوئی مقام نہیں ہے۔ مسکین ایک ہوتا ہے ہر ایک اس کا محتاج ہوتا ہے عیان (خیر البیان ص ۲۴۳)

بایزید نے ان الہامات میں غنی اور صمد ہونے کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ "صمد" اللہ تعالیٰ کا ایک خصوصی نام ہے جس کا اطلاق اللہ کے سوا کسی اور پر نہیں ہو سکتا۔ صمد کے معنی ہیں کہ اللہ بے نیاز ہے۔ اور سب اسی کے محتاج ہیں لیکن بایزید نے اپنے آپ کو سکونت کے مقام پر پہنچ کر صمدیت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور صاف کہا ہے کہ مسکین ایک ہوتا ہے اور دوسرے سب اس کے محتاج ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جس پر پہنچ کر اس نے بندگی اور عبادت سے

اپنے آپ کو آزاد کرایا ہے۔ اس نے اپنے جن مریدوں کو اس مقام پر پہنچایا تھا انہیں قید بندگی سے چھڑایا تھا۔ نیز اس نے صاف کہا ہے کہ مسکین ایک ہے اور باقی سب اس کے محتاج ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پیغمبری کا دعویٰ تو ایک طرف، اس نے پیغمبروں سے بھی برتر اور بہتر ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور اپنے آپ کو صمدیت اور احدیت کے مرتبے پر پہنچا دیا۔

شیخ الافغان حضرت اخوندزادہ یا باریزید نے بائزید کے اس قسم کے خلاف شریعت دعویٰ کی بنا پر کہا تھا کہ

”این شخص دعویٰ خدائی ہم میگرد و دعویٰ پیغمبری ہم“ (تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۲۶)

یعنی یہ شخص خدائی کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور پیغمبری کا دعویٰ بھی۔

لیکن بائزید کے مقامات اس پر بھی ختم نہیں ہوتے۔ ابھی اس کی کچھ ”لن ترانیاں“ باقی ہیں۔ وہ بھی سنئے۔

مسکین اپنے آپ کا ذکر کرے | ۳۷۔ اس کے بعد اپنے آپ کو یاد کیا کہ سچ جیسا کہ یاد ہوا ہو اور اپنے آپ اور اپنے کو لا شریک جانے | کو لا شریک جانے اور دیکھے اس لئے ایک میں شریک حرام ہے ان

اللہ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهِ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ ۚ ہٰذَا بَیِّنٌ لِّمَنْ قَرَأَ ۚ

(غیر البیان ص ۲۷۷)

اس الہام میں بائزید نے کہا ہے کہ مسکین جب صمدیت کے مقام پر پہنچے تو پھر اس کو اللہ کا ذکر اور یاد نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ اپنے ذکر اور یاد میں مشغول رہے۔ اور جس طرح اللہ وحدہ لا شریک ہے۔ اس طرح وہ بھی معاذ اللہ اپنے آپ کو وحدہ لا شریک جانے اور دیکھے۔ اور اگر اس نے اس مرتبے میں دوسرے کو بھی اپنا شریک بنایا تو حرام کا ارتکاب کیا۔ نیز اس نے اپنے دعوے کی تائید میں مذکورہ آیت کریمہ بھی اپنے اوپر نازل کروائی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کبھی نہیں بخشے گا جس نے اس کے ساتھ شریک بنایا اور شرک سے کم ترکبیرہ وصغیرہ کو جس کے لئے وہ چاہتا ہے بخشا ہے تو گویا ”مسکین“ کا شریک بنانے والا بھی بائزید کے نزدیک مشرک ہے جس کی مغفرت نہیں کی جائے گی۔

ہمیں حیرت ہے کہ ہمارے بعض دانشور اور ادیب بائزید کے اس قسم کے نفسانی الہامات کو روحانی الہامات سمجھتے ہیں اور ان پر سچا یقین رکھتے ہیں۔

عارف موحّد عبادت کرنے سے | ۳۸۔ دیکھو بائزید! حکم عارف موحّد کے لئے یہ ہے کہ یگانگی کے بعد وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ | اپنے آپ کو بندگی اور گناہوں سے آزاد سمجھے عبادت کرنے سے میری

نظر میں مشرک ہو جاتا ہے۔ اور چھوڑنے سے لوگوں کی نظریں کافر ہو جاتا ہے (غیر البیان ص ۲۷۶)

اس الہام میں بایزید کی حقیقت اور بھی بے نقاب ہو گئی۔ ابتداء میں وہ شریعت کا کچھ نہ کچھ پابند تھا۔ لیکن لاتر وہ ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا جس میں اس نے تعلیقات شریعہ کا طوق اپنی گردن سے اتار پھینکا۔ بلکہ عبادت کو ترک قرار دے دیا۔ اور منہیات اور معاصی کو اپنے لئے حلال کر دیا۔ اور غضب یہ ہے کہ بایزید کے یہ سب کچھ الہام یعنی حکم الہی سے کیا۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ حضور اکرم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی خاطر اللہ تعالیٰ نے دونوں بہانوں کو پیدا کیا ان کو تو حکم ہے

فَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ۝

یعنی اسے پیغمبر اپنے رب کی عبادت کرتے رہتے یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔

اور ادھر بایزید اس فریب نفس میں مبتلا ہے کہ وہ عبادت سے آزاد کر دیا گیا ہے اور معاصی کو اس کے لئے حلال کیا گیا ہے ہم اس کے متعلق بجز اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ ع
بسوخت عقل ز حیرت کہ اس چہ بوا معجبی ست

بایزید اس سلسلے میں مزید وضاحت کرتا ہے تاکہ اس کی بات سمجھنے میں بالکل اشتباہ نہ رہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔
عارف موحّد ہونے تک گناہوں سے مجتنب رہے | ۳۹۔ گناہوں سے مجتنب رہے اس وقت تک کہ

واصل، عارف اور موحّد ہو جائے یہ عیاں ہے۔ (غیر البیان ص ۲۷۵)

مطلب یہ کہ واصل، عارف اور موحّد کے لئے گناہوں سے مجتنب رہنے کا حکم نہیں ہے۔ اور جس طرح اس سے عبادت کی پابندی ختم کر دی گئی ہے اسی طرح گناہوں سے اجتناب کی قید بھی واپس لی گئی ہے۔

وصول کے بعد عبادت شرک ہے | من اراد العبادۃ بعد الوصول فقد اشرك بالله العظيم

(غیر البیان ص ۲۷۶)

ترجمہ جس نے وصول الی اللہ کے بعد عبادت کی تو اس نے خدا کے عظیم کے ساتھ شرک پیدا کیا۔ سبحان نے یہ کہا ہے۔

بایزید خدا سے ذرا بھی خوف نہ رہا کرتا اور نہ مسلم معاشرے کی مخالفت کو خیال میں لاتا ہے اور خدا کے سبحان کی طرف سے بر ملا کہتا ہے کہ وصول الی اللہ کے بعد جس نے عبادت کا ارادہ بھی کیا تو اس نے خدا کے عظیم کے ساتھ شرک پیدا کیا۔ بایزید کی یہی باطل تعلیمات تھیں جس نے اس وقت کے علمائے ریائی میں شدید اضطراب پیدا کیا تھا۔ اس لئے انہوں نے لوگوں تک صحیح اسلامی تعلیمات پہنچانے پر کمر بستہ باندھ دی اور اپنی تصنیف و تالیف اور تبلیغ کے ذریعے مسلمانوں کے اسلامی عقائد کی حفاظت کی۔

اب شریعت کے بارے میں بایزید کے خیالات سنئے۔ وہ صاف کہتا ہے کہ شریعت مثب تاریک کی مانند ہے اور

و حقیقت روشنی ہے اور غضب یہ ہے کہ اپنا یہ دعویٰ اپنی خود ساختہ حدیث نبویؐ سے ثابت کرتا ہے
پنابچہ وہ کہتا ہے۔

شرعیات شیب تاریک کی مانند ہے | ۴۱۔ الشریعة کمثل الیل والطویقة کمثل الخیوم والحقیقة

کمثل القمر والمعوفة کمثل الشمس لیس فوق الشمس شیئی نبی و مثلی دی علیہ السلاہ رخی البیان ۶۵۶)
ترجمہ۔ شریعت کی مثال رات کی طرح ہے اور طریقت کی مثال ستاروں کی طرح اور حقیقت کی مثال چاند
کی طرح اور معرفت کی مثال سورج کی طرح ہے۔ سورج سے اوپر کوئی چیز نہیں ہے نبی علیہ السلام نے کہا ہے۔
آگے سنئے بایزید شریعت کے متعلق کیا کہتا ہے۔

شریعت میں رہنے والا حق کو نہیں پہنچتا | ۴۲۔ ساکن الشریعة لا یبلغ الی طریق و بغیر طریق الحق

لا یبلغ الی المقام الذی فیہ امان (خیر البیان ص ۳۵۴)

ترجمہ۔ شریعت میں رہنے والا حق کے طریق کو نہیں پہنچتا اور حق کے بغیر اس مقام تک نہیں پہنچتا جس میں امان ہے۔
اس الہام سے معلوم ہوا کہ بایزید کے نزدیک شریعت میں ثابت قدم رہنے والا نہ تو حق کو پہنچ سکتا ہے اور نہ
اس کے لئے امان ہے۔

طریقت کا عمل شریعت کے عمل سے بہتر ہے | ۴۳۔ ۱۔ بایزید بطریقت کا فہم اور عمل شریعت کے فہم اور

عمل سے آویسوں کے لئے بہتر ہے۔ (خیر البیان ص ۱۸۸)

الہام کا مطلب بالکل واضح ہے کہ لوگوں کے لئے شریعت کے فہم اور عمل سے طریقت کا فہم اور عمل بہتر ہے۔ اور اس
طرح شریعت کو متروک قرار دیا۔

اب شریعت کے متعلق بایزید کا آخری فیصلہ سنئے۔

شریعت پر عمل کرنے والے کو | ۴۴۔ جو شخص شریعت میں برقرار رہا وہ طریقت سے حجاب میں رہے گا۔ اور

تاریک عذاب دوں گا | فرشتوں کے خصال سے محروم رہے گا۔ میں اس کو نفس و ہوس کے سبب

تاریک عذاب دیتا ہوں گا ورنہ حالیکہ وہ میری معرفت کو نہ پائے گا اور نہ دیکھے گا۔ تجھ (بایزید) پر اس کا اعلام ہے

مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْبَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْلَىٰ وَأَصْلُ سَبِيلِهِ (کسی کہ دیریں دنیا کو رہے یعنی بے معرفت باشد

پس اوست، در آخرت کو روگمراہ تر از روئے طریق) پر قرآن کتبہ دی بیان رخی البیان ص ۲۵۶

اس الہام سے پہلے تین الہامات میں بایزید نے شریعت کی نسبتاً محتاط لفظوں میں مذمت کی۔ اور شریعت کو

ناقابل عمل ٹھہرایا۔ لیکن اس آخری الہام میں بایزید نے حد کر دی۔ اور اس نے شریعت پر ثابت قدم رہنے والے کے لئے

کئی سخت سزائیں بیان کیں۔ ایک تو شریعت کی پیروی کو نفس و ہوس کی پیروی قرار دیا۔ دوسرے وہ فرشتوں کے

فصل سے محروم رہے گا۔ تیسرے اس کے لئے ہمیشہ تاریک عذاب رہنے کی وعید سنائی۔ اور چوتھے مندرجہ بالا آیت کی رو سے جو اس نے اپنے اوپر نازل کروائی عامل شریعت کو اندھا اور گمراہ تر قرار دیا اور آخرت میں بھی اس کے لئے یہی سزا بیان کی۔ بایزید کے اس قسم کے الہامات کی مستحق جاری تھی جو شریعت مطہرہ کو برابر ہدف بناتے جا رہی تھی اور شریعت کو داغدار کر رہی تھی ع

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا ہم

پیر روشن کو پیر تاریک کہنے کی وجہ | مذکورہ الہامات میں بایزید نے شریعت کو نہ صرف شب تاریک قرار دیا بلکہ عالمین شریعت کو خدا کی طرف سے تاریک عذاب کی وعید سنائی تھی جس کے رد عمل کے طور پر اس وقت کے علمائے ربانی خصوصاً شیخ المشائخ شاہ خراسان حضرت سید علی ترمذی معروف بہ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلیفہ اعظم شیخ الافغان حضرت اخوندرویزہ بابا رحمۃ اللہ علیہ نے بایزید کو "پیر تاریک" کا خطاب دیا کیونکہ وہ اسلام کے شہدائی غیور افغانہ میں اسلامی تعلیمات کی روشنی کے بجائے اپنی باطل اور نفسانی تعلیمات کی تاریکی پھیلا رہا تھا اور درحقیقت اس نے اپنے آپ کو اس خطاب کا مستحق قرار دیا تھا۔ بھلا جو شخص شریعت بیضا کو تاریک کہہ دے اور عالمین شریعت کو دائمی تاریک عذاب کی وعید سنائے وہ پیر روشن کہلانے کا مستحق ہے یا اس کا صحیح نام "پیر تاریک" ہی ہو سکتا ہے۔

اگر چہ عقل فسوں پیشہ لشکرے لگجت تو دل شکستہ نباشی کہ عشق تنہا نیست

خدا نے بایزید کو ندا کی کہ حق پہنچاؤ | ۴۵۔ از حضرت عزت ندار سید کہیا بایزید اگر طالب صادق
بباید پیش نور طلب اس حال از تو برستی کند پس او را زیں حال واقف گردان تا انیس یک چراغ چراغہائے بسیار
افروختہ شود و نور در تنواید گردد (مقدمہ خیر البیان ص ۱۱)

ترجمہ۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی کہ اے بایزید! اگر ایک سچا طلب گار تیرے پاس آئے اور تجھ سے سچائی کے ساتھ اس حال کی طلب کرے پس اس کو اس حال سے واقف کرنا کہ اس ایک چراغ سے بہت سے چراغ روشن ہو جائیں اور نور ترقی کرے۔

بایزید کے دعوے کے مطابق جب وہ خدا کی طرف سے لوگوں کو اپنی دعوت پر مامور ہوا تو اس نے تابعدار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح اپنی دعوت کی ابتدا اپنے خویش و اقارب سے کی اور اپنے والد قاضی عبداللہ اور چچا زاد بھائی محمد یعقوب کو اپنے خلیفہ محمد کمال کے ذریعے اپنی دعوت پہنچائی۔ اس وقت محمد کمال سے بایزید نے یہ الفاظ کہے۔

بایزید کی دعوت سے اس کا باپ اور بھائی محروم نہ رہے | ۴۶۔ عبداللہ پدر است و یعقوب برادر است

حیف می آید کہ از معرفت حق و از علم توحید بے نصیب اند باید کہ یک مرتبہ باز بروی و بگوئی کہ اگر دریں جهان از معرفت حق بے نصیب شدید فردا از لقاے پروردگار بے نصیب خواہید بود و حق تعالیٰ اود (بایزید) را صاحب معرفت و علم توحید گردانیدہ است کہ باوجود او شما از معرفت حق تعالیٰ بے نصیب خواہید روید۔

(مقدمہ خیر البیان ص ۱۵)

ترجمہ۔ حمد اللہ میرا باپ ہے اور یعقوب میرا بھائی ہے مجھے افسوس آتا ہے کہ وہ خدا کی معرفت اور توحید کے علم سے بے بہرہ ہیں۔ ایک بار پھر ان کے پاس جا اور ان سے کہہ دے کہ اگر اس دنیا میں خدا کی معرفت سے محروم رہ گئے تو کل قیامت کے دن خدا کی ملاقات سے محروم رہ جاؤ گے۔ خدا تعالیٰ نے اس (بایزید) کو معرفت اور توحید کا علم دیا ہے یہ بری بات ہوگی کہ اس کے ہوتے ہوئے تم حق تعالیٰ کی معرفت سے بے نصیب چلے جاؤ۔ اس عبارت میں بایزید نے یہ نشاندہی کر دی کہ اس کی دعوت کو نہ ماننا خدا تعالیٰ کی ملاقات اور دیدار سے محرومی کا سبب ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کے بغیر یہ حق کسی پیر اور ولی کو حاصل نہیں۔ کہ وہ اپنی نافرمانی کے سبب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دیدار اور ملاقات سے محروم کر دے۔

محمد کمال نے بایزید کی دعوت حمد اللہ اور یعقوب کو دوبارہ پہنچائی۔ مگر انہوں نے اس دعوت پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ محمد کمال نے بایزید کو جب ان کے انکار سے آگاہ کیا تو جانناے کے بیان کے مطابق بایزید نے کہا۔

حمد اللہ اور یعقوب اپنے وقت کے فرعون ہیں | ۱۴۷۔ اے محمد! اینہا مغرور علم و نسب اند ہرگز یقین و اعتقاد

نہ خواہند آورد اینہا فرعون و امان و قارون وقت خود اند (مقدمہ خیر البیان ص ۱۵)

ترجمہ۔ اے محمد کمال! یہ لوگ اپنے علم و نسب پر مغرور ہیں۔ ہرگز (محمد پر) یقین اور اعتقاد نہیں کریں گے۔ اور یہ لوگ اپنے وقت کے فرعون اور امان و قارون ہیں۔

بایزید کی اس تقریر سے ثابت ہوا کہ جو لوگ اس کی دعوت پر یقین اور اعتقاد نہیں رکھتے وہ معمولی مرتبے کے کافر نہیں بلکہ فرعون، امان اور قارون کی طرح بڑے اور شدید قسم کے کافر ہیں۔ واضح رہے کہ بایزید کے باپ قاضی عبد اللہ بڑے نیک اور متقی عالم دین تھے اور علاقے میں ان کی نیک شہرت تھی۔ لیکن بایزید نے اپنی دعوت کے انکار کی وجہ سے جس طرح دوسرے منکرین پر کفر کے فتوے لگائے تھے اسی طرح اس نے اپنے باپ اور چچا زو بھائی کو جب کہ وہ بھی صاحب علم تھے اپنے فتووں سے معاف نہیں کیا۔ بلکہ انہیں فرعون، امان اور قارون جیسے شدید ترین کافروں کے زمرے میں شمار کیا۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ اپنے آپ کو پیغمبر سمجھتا تھا۔ اور اسی اس پر اپنے منکرین کو کافر سمجھتا تھا۔

بایزید اپنے زمانے کے سب لوگوں کو مشرک کہتا تھا اس نے اپنی دعوت شروع کرنے سے پہلے اپنے گاؤں کا نیکرم

میں اپنے گھر کے تہ خانے میں پانچ سال تک چلہ کشی کی جب بایزید چلہ ختم ہونے کے بعد اس خلوت سے باہر آیا تو لوگوں نے پوچھا کہ تو نے خلوت میں بیٹھ کر کیا حال کیا؟ تو اس نے جواب دیا۔

سب لوگوں کو شرک میں پلید دیکھتا ہوں | ۴۸۔ حق تعالیٰ مرا علم اسرار کشف کردائید جبکہ اس خلق را در شرک

پلیدی بنیم (حالت نامہ و تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۱۳۲)

ترجمہ۔ حق تعالیٰ نے مجھ پر علم اسرار رکھ دیا۔ سب لوگوں کو شرک میں پلید دیکھتا ہوں۔

غور کا مقام ہے کہ بایزید کس طرح نبی کی کے ساتھ اپنے ماسوا تمام لوگوں کو بر ملا مشرک کہتا ہے۔ کیا ایک پیر کو خواہ وہ کامل و مکمل کیوں نہ ہو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے نہ ماننے والوں کو مشرک۔ کافر اور فرعون و یامان کہے یہ صرف انبیاء کا مقام ہے کہ ان پر ایمان لگنے والے کافر ہوتے ہیں۔ اور بایزید بھی اپنے آپ کو پیغمبروں کے زمرے کے ساتھ ملاتا ہے۔ اس لئے لوگوں سے حتیٰ کہ اپنے باپ سے بھی مطالبہ کرتا ہے کہ اس پر ایمان لے آئے۔

وحی اور الہام ولی پر بھی آتا ہے | ۴۹۔ احمد (ایک معترض) نے کہا کہ تیرے لئے کہاں تک ہمز اور ہے کہ تو پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ جن پر وحی آتی ہے وہ پیغمبر ہوتے ہیں بایزید نے جواب دیا۔

خدا نے قرآن مجید میں کہیں نہیں کہا کہ فلاں فلاں پر وحی و الہام بھیجتا ہوں اور فلاں فلاں پر نہیں۔ بلکہ قرآن مجید میں ہے :-

يَسِّرُ الْمَلَائِكَةَ وَالسُّورَ مِنْ أَمْرِهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ

پھر اس نے کہا کہ وہ وحی بھیجتا ہے جبریل کے ذریعے سے انبیاء پر اور الہام اور دوسرے ملائکہ بھیجتا ہے اولیاء اور مومنین پر جو ان کو خبر دیتے ہیں اور علم باطن اور اس کی حقیقت کو مکشوف کرتے ہیں۔ وحی اور الہام خدا کی طرف سے ولی پر بھی آتا ہے (حالت نامہ و تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۱۴۳)

حالت نامہ کے اس اندراج سے یہ حقیقت آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت ہوتی کہ بایزید پیغمبری کا مدعی تھا اور اپنے اوپر وحی و الہام اور ملائکہ کے نزول کا قائل تھا۔ اور اس کے ثبوت میں مندرجہ بالا آیت کریمہ پیش کی۔ واضح رہے کہ مرزا غلام احمد کی امت قادیانی بھی مندرجہ بالا آیت اجرائے نبوت کے لئے پیش کرتے ہیں۔ جب کہ علماء اسلام نے اس کا مدلل اور مسکت جواب دیا ہے جس کی تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کئی باتوں میں مرزا قادیانی نے بایزید کے خیالات سے استفادہ کیا ہے۔

بایزید اور اس کے مریدوں کو گناہوں کی بخشش | مجھے اور میرے یاروں، فرماں برداروں اور احباب کو گناہ بخش دے۔ دوسرے یہ کہ میرا دل قرار یکطرفہ اور تیرے کلام کے لئے فاسخ ہو جائے اے سبحان! اے

بایزید! میں نے سچ یہ ہے کہ مجھے اور تیرے یاروں، محبتوں، فرماں برداروں کو توبہ کے ذریعے سابقہ گناہ بخش دئے۔
(خیر البیان ص ۱۲)

بایزید نے خدا تعالیٰ سے اپنے گناہ بخشوائے اور اپنے تمام پیروکاروں کے جملہ گناہ بھی بخشوائے۔ مذکورہ الہام مکالمے پر مشتمل ہے۔ بایزید نے اللہ سے سوال کیا اور بقول اس کے اللہ نے اسی وقت اس کو اور اس کے پیروکاروں بلکہ احباب کو۔ ان کے سارے گناہ بخش دئے۔ بایزید اللہ تعالیٰ سے صرف گناہ بخشوانے پر اکتفا نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اپنے آپ پر اور اپنے مریدوں پر خدا کی رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا دعویٰ بھی کرتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے :-
بایزید اور اس کے اتباع پر رحمتیں | ۵۱ - جعلنا رحمة و برکة علیک و علی آل و اتباعک فی

هذا الزمان (خیر البیان ص ۴)

ترجمہ میں نے تجھ پر اور تیرے آل و احباب اور پیروکاروں پر اس زمانے میں رحمتیں اور برکتیں نازل کی ہیں تجھ پر اس کا اعلام ہے۔

اور پھر تعجب یہ کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حوالے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی اپنے اوپر اور اپنے اتباع اور احباب پر رحمتیں اور برکتیں بھیجوائی ہیں۔ اس کے لئے بایزید کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔
نبی علیہ السلام کی طرف سے رحمتیں | ۵۲ - قال علیہ السلام کردم رحمت و برکت بر تو و بر پس روان و مہمان و

فرماں بردار! تو دریں زمانہ توبہاں (خیر البیان ص ۹)

ترجمہ۔ نبی علیہ السلام نے کہا ہے کہ میں نے تجھ پر اور تیرے پیروکاروں، محبتوں اور فرماں برداروں پر رحمتیں اور برکتیں کی ہیں اس زمانے میں تو یہ سمجھ لے۔

قیامت کے دن بایزید کے مرید | و اذا یسمعون الطالبین عن مرشد صیحة ذکر الاول یحکون
اس کی آواز پر زندہ ہوں گے | اجسادهم بشوق و بمحبة الرحمن فی وقت یدخلون و یخرجون
القاسم یهلك الضمان بسبب ایقان و اذا یسمعون عن مرشد صیحة ذکر الآخر فصار به حیاة
عیان (خیر البیان ص ۵۴)

ترجمہ۔ قیامت کے دن جب طالبین مرشد سے "ذکر اول" کی آواز سنیں گے تو وہ اپنے جسدوں کو رحمت کے شوق اور محبت میں حرکت دیں گے ایسے وقت میں کہ وہ اپنے سانسوں کو اندر اور باہر کریں گے۔ اور ان کی پیاس بجھ جائے گی۔ یقین کے سبب۔ اور جب مرشد سے دوسرے ذکر کی آواز سنیں گے تو اس پر وہ زندہ ہو جائیں گے ظاہر میں۔

اس الہام کے پیش نظر بایزید قیامت کے دن مردوں کے قبروں سے اٹھائے جانے کے متعلق قرآن و حدیث اور اہل

اسلام کے اجماعی عقیدے کے برعکس ایک منفرد عقیدہ رکھتا ہے اور وہ یہ کہ بایزید کہتا ہے کہ مرشد کامل قیامت کے دن ایک "خاص ذکر" کی جو اس کے سوا کسی کو معلوم نہیں دو آوازیں بلند کرے گا۔ پہلی آواز پر جو اس کے مرید قبروں میں سنیں گے تو اپنے جسموں کو حرکت دیں گے جب کہ ان کے سانس بھی حرکت کریں گے۔ اس وقت اس کے مرید پوری طرح زندہ نہ ہوں گے۔ اور نہ قبروں سے نکلیں گے۔ پھر جب بایزید کی "ذکر دوم" کی آواز سنیں گے تو اس پر پوری طرح زندہ ہو کر قبروں سے نکلیں گے۔

یہاں اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ قرآن و حدیث کے مطابق قیامت کے دن دو دفعہ نفع صورت ہو گا۔ پہلی مرتبہ سب کے ہوش اڑ جائیں گے پھر زندہ تو مردہ ہو جائیں گے اور جو مرچکے تھے ان کی ارواح ابدان کی طرف واپس آجائیں گی اور بیہوشوں کو آفاقہ ہو گا۔ اس وقت عشر کے عجیب و غریب منظر کو حیرت زدہ ہو کر تکتے رہیں گے۔ پھر خداوند قدوس دبر حرکی پیشی میں تیزی کے ساتھ حاضر کئے جائیں گے۔ اس بے ہوشی سے جبریل میکائیل اسرافیل اور ملک الموت مستثنیٰ ہوں گے۔ جب کہ بعد میں ممکن ہے ان پر بھی فنا طاری کر دی جائے چنانچہ اس کے لئے سورہ زمر کی یہ آیت ملاحظہ ہو:-

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ رَآٰ مِنْ شَآءٍ اللّٰهُ ط ثُمَّ نُفِخَ
رِیْضٌ اٰخَرٰی فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنظُرُوْنَہ

ترجمہ۔ اور پھونکا جائے صور میں پھر بے ہوش ہو جائے جو کوئی آسمانوں میں ہے اور زمین میں مگر جسے اللہ چاہے۔ پھر بھونکی جائے دوسری بار تو فوراً کھڑے ہو جائیں گے ہر طرف دیکھتے۔

لیکن بایزید اس آیت کی صریح مخالفت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس کی دو آوازیں پر اس کے مرید زندہ ہو کر قبروں سے نکلیں گے اور اس طرح کہ وہ قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام سے بھی اپنے لئے برتر اور منفرد مقام حاصل کرتا ہے۔ یہاں اس پر غور کرنا چاہئے کہ بایزید کے مرید تو اس کی دو آوازیں پر زندہ ہوں گے۔ لیکن معلوم نہیں کہ وہ خود کس کی آواز پر زندہ ہو گا۔ اس نے صور اسرافیل سے اپنے آپ کو مستثنیٰ کیا ہے۔ اور اپنے لئے حیات ابدی کا قائل ہے حالانکہ حیات ابدی وازلی صرف خدا کے قیوم کے لئے ہے۔

یہاں یہ نکتہ بھی مدنظر رہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے میں قبر سے اٹھوں گا۔

بایزید نے اپنے متعلق قبر سے پہلے اٹھنے کی بات نہیں کی۔ لیکن اس نے اپنے الہام میں جس پیرائے میں بات کی ہے اس کی براہ راست رد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ ارشاد گرامی پر پڑتی ہے اور حضور سے اولیت کا ادعا سنگین عواقب و نتائج کا حامل ہے۔ (باقی مزید پر)

جناب ڈاکٹر ابو الفضل نجف روال
دانش آباد۔ پشاور یونیورسٹی

پاکستان اور عربی زبان

دنیا کے نقشے پر مذہب کے نام پر دو ریاستیں نمودار ہوئیں ایک ۱۹۴۷ء میں جس کا نام پاکستان رکھا گیا۔ دوسری ۱۹۴۸ء میں وجود میں آئی جو نام نہاد اسرائیل کے نام سے موسوم ہوئی۔ پہلی کو تمام ممالک نے تسلیم کر لیا اور دوسری کو تقریباً دنیا کے نصف ممالک نے مسترد کر دیا۔ کیونکہ اس کا وجود غیر آئینی تھا۔

پہلی کو دو سو سال کے بعد آزادی ملی اور دوسری کو دو ہزار سال کے بعد۔ اکثر و بیشتر سیاست دان خیال کرتے ہیں کہ آخر الذکر ریاست چند سال کی ہمان ہوگی۔ اس لئے کہ دنیا کے کونے کونے سے آئے ہوئے یہودیوں کا اتحاد و اتفاق ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ دوسری بات یہ بھی تھی کہ یہ ریاست عرب ممالک کے قلب اور وسط میں قائم کی گئی تھی اور عرب اسے نیست و نابود کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

مذہبی زبان عبرانی کے اپنانے سے یہودی ریاست کی مشکلات آہستہ آہستہ آسمان ہوتی گئیں۔ کیونکہ زبان ریاست کے لئے بمنزلہ روح کے ہوتی ہے۔ روح کے دوام پر جسم کے دوام کا انحصار ہوتا ہے۔

عبرانی زبان اور اسرائیلی ریاست | جب یہودی کینسہ (پارلیمنٹ) میں زبان کا مسئلہ زیر بحث آیا تو مختلف ممالک سے آئے ہوئے یہودی نمائندوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ ان کی مادری زبان اس ملک کی سرکاری زبان ہونی چاہئے۔ چنانچہ ایک نے کہا:-

عربی زبان اس ریاست کی سرکاری زبان ہونی چاہئے کیونکہ یہ ریاست عرب سرزمین پر واقع ہے اور اس کے گرد گرد کی ریاستوں کی زبان بھی عربی ہے۔

دوسرا بولا۔ نہیں نہیں۔ یہ دشمن کی زبان ہے اس کی سرکاری زبان انگریزی ہوگی کیونکہ یہ سائنسی اور سیاسی زبان ہے اس کے علاوہ اکثر یہودی کی مادری زبان بھی ہے۔

تیسرا کہنے لگا۔ فرانسیسی اس ریاست کی زبان ہونی چاہئے کیونکہ یہ ادبی اور علمی زبان ہے۔

چوتھے نے کہا۔ ہم یہودی قوم سے جرمن جیسے باہمت قوم بننا چاہتے ہیں یہی ممکن ہے کہ اس ریاست کی زبان جرمن ہو۔ پانچواں بولا۔ اگر تم اس ریاست کو وسیع ترین بنانا چاہتے ہو جیسا کہ تمہارا منشور ہے تو پھر روسی زبان اختیار کرو۔ اس کے مطالعہ سے روسی تو وسیع پر دگراموں سے مطلع ہو جاؤ گے۔ روسیوں کی طرح تمہارا بھی مشرق پر

تسلط قائم ہو جائے گا۔ ہمارے ہاں روسی یہودی اکثریت ہے وہ ہماری مدد کریں گے۔

چھٹے نے کہا ہم یہود فطرتاً سو وخور ہیں دولت سمیٹنے میں جائز اور ناجائز کی پروا نہیں کرتے۔ جاپانی صنعت و حرفت حاصل کرو اور دنیا کے ساتھ تجارتی روابط پیدا کرو۔ تاکہ اس کی دولت تمہیں حاصل ہو۔ یہ تب ممکن ہوگا جب آپ جاپانی زبان اختیار کریں گے۔

دینی زبان کا انتخاب | اکثریت کی رائے کو مد نظر رکھتے ہوئے کنیتسہ کے صدر نے اپنا فیصلہ سنایا اور اعلان کیا کہ اس ریاست کی سرکاری زبان عبرانی ہوگی جو دو ہزار سال پہلے ان کی زبان تھی۔ اس پر مخالفین نے ہنگامہ برپا کر دیا کسی نے کہا تم رجعت پسند یہود دو ہزار سال پیچھے ہمیں لے جا رہے ہو۔ کسی نے کہا تم سائنس اور ٹیکنالوجی کے دشمن ہو اس لئے سائنسی زبانوں سے انحراف کر رہے ہو۔

بعض نے کہا۔ یورپ اور امریکہ کے یہودی انگریزی کے بغیر ایک قدم بھی ترقی نہیں کر سکیں گے۔ عبرانی زبان مردہ ہو چکی ہے۔ مرنے والے کسی کام کے نہیں ہوتے۔ ہم انگریزی کے بغیر ایٹم بم نہیں بنا سکیں گے۔ اور نہ جدید ترین ہتھیار بنانے کے قابل ہوں گے۔ دشمن کو شکست کیسے دیں گے؟ عظیم اسرائیلی ریاست کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔

دینی زبان کی فضیلت | جب صدر کنیتسہ پر مذکورہ اعتراضات کی بھرمار ہوئی تو اس نے مخالفین معارضین کو مطمئن کرنے کے لئے ایک پرزور تقریر کی جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ فرات اور نیل کے مابین ایک عظیم یہودی سلطنت قائم کرنے کے لئے یہودی اتحاد اور اتفاق کی اشد ضرورت ہے۔ ان کو متحد رکھنے کے لئے صرف ایک ہی ذریعہ ہے وہ ہے عبرانی زبان۔ اگر عبرانی زبان تمہارے دین اور ثقافت کو اپنے سینے میں نہ لیتی۔ تو آج تک یہودی مذہب اور ثقافت کا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا۔ دیگر اقوام کی تہذیب میں تم گم ہل چکے ہو۔ یہ تو عبرانی کے طفیل یہودی دین اور ثقافت ہم تک پہنچی ہے۔ حالانکہ دو ہزار سال سے یہ محکوم سربستی سے محروم رکھی گئی۔ اس کے بولنے والوں کو قسم قسم کی اذیتیں دی گئیں۔ تاکہ صفحہ ہستی سے مٹائے جائیں۔ لیکن عبرانی نے مٹنے نہیں دیا۔

تم کہتے ہو کہ یہ تمہاری مادری زبان نہیں بیشک ایسا ہی ہے۔ لیکن یاد رکھو یہ دینی زبان ہے اور دین مادر و پدر سے بہت پیار ہوتا ہے۔ تمہارا یہ کہنا کہ تمہارے لئے اس میں بات کرنا محال ہے۔ درست ہے یہ تکلیف چند سال تک ہوگی پھر ہماری نسل اسے آسانی سے اپنا سکے گی تم معمر ہو اس دنیا میں چند دن کے مہمان ہو اپنی ذات کے لئے سوچنا چھوڑ دو اولاد کی فکر کرو۔

تم مسلمانوں سے عبرت حاصل کیوں نہیں کرتے؟ جب تک وہ اپنی دینی زبان عربی کی مضبوط رسی میں منسلک تھے

تو دنیا میں ان کا بول بولا تھا لیکن جب وہ لسانی تنازعات میں پھنس گئے تو ان کا عرب و اب خاک میں مل گیا۔
 دینی اور روحانی زبان میں بلا کی قوت ہوتی ہے۔ اس میں اپنے عقیدت مندوں کو متحد رکھنے کی بے انتہا صلاحیت
 ہے۔ عبرانی زبان تمہیں وہی طاقت دے گی جو عربی زبان نے مسلمانوں کو دی تھی۔ تمہارا یہ کہنا کہ عبرانی کے سوا
 کوئی مشرقی (جاپانی) یا مغربی (انگریزی) زبان اختیار کر کے سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کر دے۔ یاد رکھو !
 جاپان اور اہل مغرب نے اپنی زبان کو استعمال میں لاکر موجودہ سائنسی اور صنعتی ترقی کو پہنچے ہیں۔
عبرانی زبان کے اثرات | یہود نے عبرانی کو اپنا کر سائنس کے میدان میں نہ صرف ایٹم بم بنایا بلکہ ادب کے
 شعبے میں ایسا ادب تخلیق کیا جس پر نوبل انعامات بھی مل گئے۔

۲۔ عرب جو یہود کے اولین دشمن ہیں عبرانی زبان سیکھنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ تمام عربی جامعات میں عبرانی کا
 اہتمام کیا جاتا ہے (راقم نے بھی عرب طلباء کے ساتھ پی ایچ ڈی کے سلسلہ میں چھ ماہ عبرانی کا کورس کیا)
 ۳۔ تمام عربی عساکر میں عبرانی لازمی طور پر پڑھائی جاتی ہے تاکہ بوقت جنگ اس سے مستفید ہو سکے۔ (راقم
 کے پاس جامعہ بغداد کی چند طالبات آئیں۔ وہ فارسی اور عبرانی زبان میں مشورہ چاہتی تھیں۔ میں نے عبرانی کا مشورہ
 دیا۔ چند ماہ بعد انہوں نے احقر کا شکریہ ادا کیا۔ اس لئے کہ عبرانی کا انتخاب ان کے لئے مفید ثابت ہوا۔)
 ۴۔ نام نہاد یہودی ریاست کے گرد و پیش جتنی عرب ریاستیں ہیں ان سب سے روزانہ تین چار گھنٹے کے
 عبرانی زبان پر مشتمل پروگرام نشر کرائے جاتے ہیں۔ گویا یہود نے اپنی دینی زبان نہ صرف خود سیکھی بلکہ اپنے خون
 کے پیاسے دشمن (عربوں) کو بھی سکھا دی۔
 ۵۔ دنیا کی تمام مشہور یونیورسٹیوں میں عبرانی کی تدریس کا انتظام کیا گیا اور یہود ماہرین زبان ان میں متعین
 ہیں۔

۶۔ آپ اور تمام بھی مقبوضہ فلسطین کی کوئی نیم فلم وغیرہ ٹی وی پر دیکھتے ہیں۔ فلسطینی ہڑتالیوں کے اٹھائے
 ہوئے بورڈوں پر عبرانی صاف نظر آتی ہے۔ اس کے علاوہ دفنوں، دکانوں اور سکول و کالج کے سائن بورڈوں
 پر لکھی ہوئی عبرانی دکھائی دیتی ہے۔

کیا ہم پاک تائی اپنی دینی زبان کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کر سکتے جس طرح یہود نے اپنی دینی زبان کے ساتھ کیا؟
 غور و فکر کا مقام ہے کہ ہم نے کتنی بڑی غلطی کی اور مزید برآں کہ ہمیں اس کا احساس تک بھی نہیں۔

بھارت اور دینی زبان | اسرائیل کو چھوڑیے اپنے پڑوسی ملک بھارت پر ایک طائرانہ نظر دوڑائیے یہ ایک
 وسیع ملک ہے جہاں سینکڑوں مکتب فکر کی قومیں آباد ہیں۔ ہندو مت، جین مت، بدھ مت، فارسی (زرتشتی)
 اور اسلام وہاں کے مشہور مذاہب ہیں۔ ہندو مت اکثریتی مذہب ہے۔ اس کی زبان سنسکرت (ہندی) ہندو روایات

و ثقافت کو ہزاروں سال سے اپنے اندر سموئے ہوئے ہے جن سے ہندوؤں کا روحانی اور نفسیاتی تعلق قائم ہے۔ چنانچہ ہندو قیادت نے بڑی ہوشیاری سے ہندی کو سرکاری زبان قرار دیا۔ اس کے مقابلے میں جو نہایت مہذب زبان ہے اور ہند میں تمام اقوام کے مابین روابط سرانجام دیتی تھی اور اب بھی دے رہی ہے اور جس نے ہندوستانی ثقافت کو ہندی افلام (فلم) کے ذریعے سے تمام دنیا کو متعارف کیا۔ اردو کا صرف یہی قصور ہے کہ یہ ہندوؤں کی دینی زبان نہیں ہے در نہ ہر لحاظ سے ہند کے لئے موزوں ہے۔

ہندی قیادت دیگر اقوام کو گمراہ کرنے کے لئے پروپیگنڈہ کر رہی ہے کہ بھارت لا دینی ملک ہے یہاں میں کے نام پر کسی کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔ درحقیقت عین دینی ملک ہے جس کی سرکاری زبان دینی ہے اور جو ہندو مذہب کو پیڑتوں کے ذریعہ دیگر مذاہب پر مسلط کیا جاتا ہے۔ پنڈتوں کو کھلی چھٹی ہے۔ میرٹھ شہر کے حالی ہنگامے ہندو مذہب والوں کی بالادستی کی زندہ مثال ہے۔

ہنگامہ دیش اور عربی | ہنگامہ دیش پاکستان کا ایک بازو تھا۔ یہ مغربی پاکستان کے ساتھ دینی اور روحانی رحمتوں کی وجہ سے وابستہ تھا۔ اسے جب ہمارے دینی دعوے اور نعرے کھوکھلے نظر آئے تو شری پسند عناصر نے ہماری اس کمزوری بھرپور فائدہ اٹھایا اور ہمارا دایاں بازو ہم سے توڑ کر الگ کر دیا۔ پھر بھی ہمیں ہوش نہ آیا۔

حال ہی میں دہلی کی حکومت نے عربی کو سرکاری زبان قرار دے دیا گو یا پچیس سالہ دیرینہ مطالبہ اب پورا ہو گیا۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ ہماری حکومت بھی اس قسم کا نہ صرف اعلان کرے بلکہ اسے عملی جامہ پہنا کر کروڑوں پاکستانیوں کا دیرینہ مطالبہ پورا کرے تاکہ عربی کی نسبت سے ہم عربوں اور ہنگامہ دیشی بھائیوں کے نزدیک ہو سکیں۔

پاکستان میں عربی | ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا اور اس نو مولود مملکت کے ساتھ برصغیر کے مسلمانوں نے بہت سی توقعات وابستہ کر رکھی تھیں مثلاً

- ۱۔ یہ اسلام کا مشرقی مرکز ہو گا یہاں سے اسلامی روایات اور تعلیمات کی روشنی مشرق و مغرب تک پھیلانی جائے گی۔
- ۲۔ انگریزی زبان اور اس کے ادب و ثقافت کا جنازہ نکال کر اس کی جگہ اسلامی زبان عربی اور ادب کو فروغ دیا جائیگا۔
- ۳۔ پاکستان کا مطلب لا الہ الا اللہ کے سوا اور کچھ نہ ہو گا۔

۴۔ اسلامی روایات و مساوات کی احیا اس مملکت خدا اور میں کی جائے گی۔

۵۔ قرآن اور احادیث نبویؐ کو اپنی اصل شکل میں سمجھنے اور سمجھانے کے لئے عربی زبان کو فوقیت دی جائے گی۔

مذکورہ توقعات پر پورا نہ اترنے کی وجہ سے مشرقی پاکستان ہم سے الگ ہو گیا۔ الگ ہونے میں کوئی عیب نہیں ویسے بھائی بھائی سے الگ ہوتا ہے۔ لیکن افسوس بات یہ ہے کہ ہمارے تقریباً ایک لاکھ فوجی دو سال تک ایک ذیل دشمن کے قید و بند میں رہے جب کبھی کوئی مورخ پاکستان کی تاریخ لکھے گا تو مذکورہ سانحہ اس تاریخ کا بدترین

باب ہو گا۔ تن ہمہ پارہ پارہ شدہ پنہ کجا کجا ہم

پاکستان میں زبان کا مسئلہ | پاکستان کے معرض وجود میں آنے ہی بہت سے مسائل پاکستانی قیادت نے حل کرنے تھے جن میں زبان کا مسئلہ سرفہرست تھا۔ چنانچہ ۱۹۵۰ء کے ابتدائی چند سالوں میں ملک کے دانشوروں میں پاکستان کی سرکاری زبان کے بارے میں شدید اختلافات پیدا ہو گئے اسمبلی کے اندر اور باہر پاکستان کے طول و عرض میں درج ذیل قسم کے مطالبات پر زور دیا گیا۔

- ۱۔ پاکستان کی سرکاری زبان انگریزی ہوگی اس زبان کے بغیر ہم سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی نہیں کر سکتے۔
- ۲۔ بنگالی اس مطالبہ سے بھرپور اٹھے۔ ان کا مطالبہ تھا کہ چونکہ وہ اکثریت میں ہیں اس لئے ان کی زبان پاکستان کی سرکاری زبان ہوگی۔ ان کا کہنا تھا کہ انگریزی اس طرح اس ملک سے نکال باہر کرنی چاہئے جس طرح اس کے بونے والوں کو دھکیل دیا گیا۔
- ۳۔ کچھ حضرات جو پاکستان میں ہجرت کر کے آئے تھے نے اردو کی خدمات کو سراہا۔ اور پاکستان کے لئے موزوں ترین زبان قرار دینے لگے۔
- ۴۔ ادھر علاقائی زبانوں کے حامی لوگوں نے دینی زبان سے پنجابی، سندھی، پشتو اور بلوچی کے مطالبہ کیا۔ کہ بھائی ہم بھی کسی سے کم نہیں ہماری زبانوں کو نظر انداز نہ کرنا۔ سندھ کے کچھ حضرات نے اپنے مطالبہ میں قوت پیدا کرنے کے لئے جلسے کئے اور جلوس بھی نکالے۔
- ۵۔ اہل دنگر نے اسمبلی کے اندر عربی زبان کے لئے ہاتھ کھڑے کئے۔ اور فرمانے لگے کہ ہماری لسانی تنوعات کا واحد حل عربی ہے عربی اختیار کرو۔ سب نے کہا "آمناء و صدقنا" مگر انگریزی خوان طبقہ نے جس کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور تھی اپنا مطالبہ خوام چر زبردستی مسلط کر دیا اور ایسا مسلط کیا کہ آج تک (۳۵ سال) انگریزی زبان دن و رات چوگنتی ترقی کر رہی ہے۔ اس کی نگرانی عیسائی مشنریوں کو سونپی گئی جس نے پبلک اور ماڈل سکولوں کے لباس میں مسلمان بچوں کے کچے اذان میں یورپی ثقافت کی وقعت پیدا کر دی۔ اور اسلامی تہذیب سے متنفر کر دئے۔

لطیفہ | کرنل امیر محمد خان صاحب جو آرمی ایجوکیشن کورس ریٹائرڈ افسر ہیں پاکستان اکیڈمی لاہور کے محلے میں لکھتے ہیں کہ برطانیہ کے ایک ماہر تعلیم نے مجھے کہا کہ میں اسے لاہور کا کوئی ماڈل سکول دکھاؤں۔ چنانچہ میں نے اسے ایک انگلش میڈیم سکول کی سیر کرائی۔ سکول ایک منہ بولتا انگریزی زبان و ثقافت کا نمونہ تھا۔

ماہر تعلیم نے کہا تم واقعی بہادر قوم ہو۔ تم ناممکن کو ممکن بنا سکتے ہو ایک ایسی زبان جو ہزاروں میل آپ سے دور ہے اور جس سے آپ کی روحانی اور نفسیاتی رشتہ بھی نہیں ہے، میں اپنے بچوں کو تعلیم دینا ایک ناممکن امر ہے

لیکن چونکہ آپ بہادر ہیں اس لئے آپ نے ممکن (آسان) بنا دیا : اور بحیثیت ماہر تعلیم اگر میں اپنی قوم کو مشورہ دوں کہ اپنے بچوں کو اردو میں تعلیم دیں تو وہ مجھے پاگل خانے کے اندر کر دے گی۔
 ایچ۔ ایم۔ متین اور عربی | جیسا کہ میں ابھی عرض کر چکا ہوں کہ ۱۹۵۰ء کے ابتدائی چند سال میں زبان کے مسئلے پر گرامر بحث پاکستان اسمبلی کے اندر اور باہر ہوتی رہی چنانچہ مذکورہ موضوع پر ایک وافراد معروض وجود میں آیا بہترین مضامین اور کتابیں تخلیق کی گئیں۔

ان میں ایچ۔ ایم۔ متین صاحب کی کتاب "پاکستان کی قومی زبان" NATIONAL LANGUAGE OF PAKISTAN

کے موضوع پر ایک قابل ذکر شاہکار ہے۔ یہ کتاب انگریزی میں لکھی گئی ہے ۲۳۹ صفحات پر مشتمل ہے مولف نے ۱۹۵۲ء میں عربی زبان کی حمایت میں تالیف کی ہے۔ بطور نمونہ آپ بھی چند اقتباسات کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے کتاب ۱۹ ابواب پر مشتمل ہے۔ عربی کے متعلق اہم بابوں کی سرخیاں حسب ذیل ہیں۔
 ۱۔ عربی زبان کے مصادر و منابع اور موجودہ حالت تک اس کی ترقی۔ ۲۔ عربی زبان اسلام سے پہلے اور بعد میں۔ ۳۔ احادیث نبوی کی تدوین و تالیف۔ ۴۔ مسلمانوں کے سنہری زمانہ میں عربی زبان کی تدریس و تعلیم۔ ۵۔ عربی میں علوم کا ترجمہ اور پھر اس سے دیگر زبانوں میں۔ ۶۔ عربی کا زوال۔ ۷۔ موجودہ دور میں عربی کی حالت۔ ۸۔ عربی زبان کا دیگر زبانوں پر اثرات۔ ۹۔ عربی بطور پاکستان کی قومی زبان۔ ۱۰۔ عربی زبان اور مسلمان۔ ۱۱۔ عربی کی طرف مسلمانوں کا میلان۔
 عربی کی حمایت میں دلائل | شائقین حضرات! مذکورہ ابواب کی تفصیل اصل کتاب میں مطالعہ کریں۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ صرف ان دلائل کا اختصار کے ساتھ ترجمہ پیش کرتا ہوں جن کو متین صاحب نے بطور پیشین گوئی عربی کی حمایت میں لکھے تھے۔ ۳۰ سال پہلے انہوں نے جن خدشات و خطرات کا ذکر کیا تھا وہ اب ان کے مشورے کو نہ ماننے کی وجہ سے پاکستانی قوم پر آپڑے ہیں۔

۱۔ عربی جاننا یا نہ جاننا ہمارے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ ہم روحانی اور نفسیاتی طور پر عربی کی طرف مائل ہیں یہ اتنی مضبوط قوت ہے جس کے سامنے تمام مشکلیں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔
 ۲۔ ہم انگریزی زبان کو اس لئے ترجیح دیتے ہیں کہ ہم نے اسے سیکھا ہے اور دفتری زبان بنانے میں سہولت تو ہو گئی۔ لیکن روحانی اور نفسیاتی طور پر ہم اس سے متنفر ہیں۔ کیونکہ یہ اس قوم کی زبان ہے جس نے دو صدیوں تک ہمیں غلام رکھا۔ اگر ہم نے اسے قبول کیا تو ہم ثقافتی طور پر مکمل غلام رہیں گے۔ سیاسی غلامی سے ثقافتی غلامی زیادہ خطرناک ہے۔

۳۔ ہم اور بھارت والے بیک وقت آزاد ہوئے انہوں نے اپنی مذہبی زبان کو سرکاری زبان قرار دیا ہے جو تقریباً وہ زبان ہے۔ ہماری مذہبی زبان زندہ جاوید زبان ہے جو اسلامی تہذیب و ثقافت کے بے انتہا خزانے

اپنے اندر سمونتی ہوئی ہے۔

۴۔ سنسکرت کو عربی سطح پر آنے میں کئی سال اور کروڑوں روپے خرچ کرنے ہوں گے ان مشکلات کے باوجود حکومت ہند نے اسے سرکاری زبان تسلیم کیا ہے کیوں؟ اس لئے کہ ہندو کا اتحاد و اتفاق صرف اسی سے ممکن ہے۔

۵۔ اسرائیل نے عربی حکومت (فلسطین) کے قلب میں عبرانی کو اس لئے سرکاری زبان کا درجہ دیا کہ یہ وہ ایک مرکز پر جمع کرنے کے لئے اس کے سوا اور کوئی ذریعہ نہ تھا۔

۶۔ کسی زبان کو سرکاری اور رسمی بنانے کے لئے قوم اور زبان کی نفسیاتی اطراف و جوانب کو مد نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اگرچہ آج ہم عربی زبان پر اس طرح قادر نہیں جس طرح انگریزی پر قادر ہیں تو نہ سہی لیکن آنے والی نسل روحانی جذبے کے ساتھ اس میں جلدی صلاحیت پیدا کرے گی۔

۷۔ کون ہے جو عربی زبان پاکستان میں لایج کرنے پر اعتراض کرتا ہے۔ چند انگریزی خوانوں کے علاوہ ساری قوم اسے صدق دلی سے چاہتی ہے۔ اس کے برعکس سنسکرت کو تمام اہل ہند پسند نہیں کرتے لیکن قومی مفاد کی خاطر خاموش ہیں۔

۸۔ ہر پاکستانی اپنی علاقائی زبان، عربی پر قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔ ورنہ عربی کے علاوہ کوئی بھی صوبہ دوسری زبان کے انتخاب پر اعتراض کر سکتا ہے۔

۹۔ کچھ لوگ اردو کے حامی ہیں لیکن بنگالی سخت مخالف ہیں۔ البتہ عربی پر انہیں اعتراض نہیں۔ ملک کے دونوں بازوؤں کا اتحاد صرف عربی سے ہی ہو سکتا ہے۔

۱۰۔ عربی کے مخالفین یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ عربی زبان مشکل ہے لہذا اسے اپنانے میں کافی وقت ضائع ہو جائے گا۔ مگر لسانی اعداد و شمار سے صاف ظاہر ہے کہ بنگالی، اردو اور دیگر علاقائی زبانیں عربی سے متاثر ہیں۔ ان میں سے ۳۰ سے لے کر ۵۰ فیصد تک عربی کے الفاظ موجود ہیں۔ اس حالت میں عربی غیر مانوس زبان نہیں جیسا کہ انگریزی ہے۔ اگر ہم نے پاکستان کے لئے اردو اور بنگالی دونوں کو بیک وقت تسلیم کر لیا تو اس فیصلہ سے انگریزی کو فائدہ پہنچے گا۔ انگریزی کی گردن صرف عربی سے توڑی جاسکتی ہے۔

۱۱۔ اگر ہم نے انگریزی زبان کو اپنا یا تو لڑنا اس کے ادب اور ثقافت کو بھی اپنا میں گے اس کے برعکس عربی زبان اختیار کرنے سے اسلامی ثقافت اور تعلیمات سے ہم کنار ہوں گے۔

مؤلف کی پیشین گوئی بالکل درست ثابت ہوئی۔ ہمارا تعلیم یافتہ طبقہ انگریزی اخلاق و عادات کا مالک ہو گیا انگریزی نے ہماری زبانوں کو بھی متاثر کیا ہے۔ ایک انگریز لکھتا ہے: "پاکستانی زبانوں میں مشکل سے آپ کو ایک جملہ ایسا ملے گا جس میں انگریزی کا کوئی لفظ استعمال نہ ہوتا ہو۔" ہماری نوکر شاہی جو علم و عرفان سے اکثر عاری ہوتے ہیں انگریزی زبان سے اپنی کمزوری اور جاہلیت کو چھپاتے ہیں :

بہترین سیرت کتب پر ایوارڈز

وزارت مذہبی امور نے بہترین "سیرت کتب" پر انعامات کے لئے درج ذیل دو مقابلوں کا اعلان کیا ہے

بین الاقوامی سیرت بک ایوارڈ

تین انعامات -/۱۵۰۰۰ امریکی ڈالر -/۱۱۰۰۰۰ امریکی ڈالر اور -/۵۰۰۰ امریکی ڈالر کے مساوی اردو انگریزی، عربی، فارسی اور دیگر دنیا کی ممتاز زبانوں میں ۱۲ ربیع الاول ہجری ۱۴۰۳ (۲۹ دسمبر ۱۹۸۲ء) کی تحسیر کی ہوئی اور شائع کی گئی تین بہترین سیرت کتب پر دئے جائیں گے۔

پانچواں قومی سیرت بک مقابلہ

دو انعامات اردو اور انگریزی میں -/۲۵۰۰۰ روپے ہر ایک کے لئے اور پاکستان کی تمام علاقائی زبانوں میں ہر ایک کے لئے -/۱۰۰۰۰ روپے کے انعامات ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۳ ۱۱ ربیع الاول ۱۴۰۳ گزشتہ ایک ہجری سال کے دوران شائع کی گئی سیرت کتب پر دئے جائیں گے اور جو مقابلے میں شامل ہونے والی کتابوں میں سے بہترین قرار دی گئی ہوں جو نصابی مواد سے مبرا اور غیر معمولی اعلیٰ تحقیق اور ادبی درجہ کی حامل ہونی چاہئیں۔ انٹریز بہمراہ شائع شدہ کام کی دس کاپیاں ہر مقابلہ کے لئے پلچندہ پر پیش کرنی - اے۔ سعید ڈائریکٹر (سیرت) وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان، اسلام آباد کو ۲۸ فروری ۱۹۸۳ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

کتابوں کے پکیٹ پر مقابلہ کا نام جس کے لئے انٹری دی جا رہی ہے، کا حامل ہونا چاہئے۔ مزید معلومات کے لئے اسلام آباد فون ۲۸۵۶۲ پر رابطہ قائم کریں۔

پروفیسر آئی اے سعید (ڈائریکٹر سیرت)

وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان اسلام آباد

پی آئی ڈی اسلام آباد نمبر ۴۳۳/۹۰

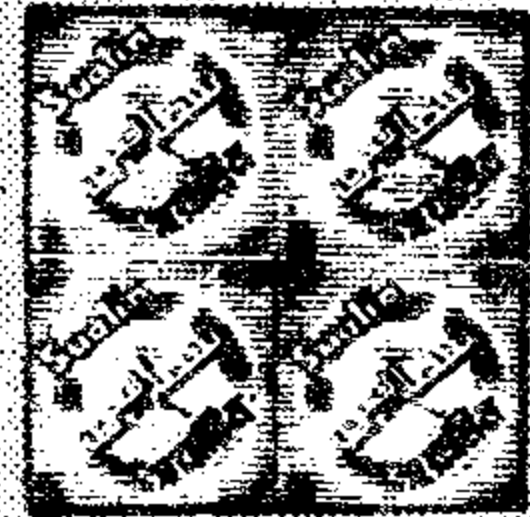


مناسب احتیاط اور سُعالین کے بروقت استعمال سے
ان تکالیف کا تدارک کیا جاسکتا ہے۔ جڑی بوٹیوں سے تیار شدہ
سُعالین نزلہ، زکام اور کھانسی کا مفید علاج بھی ہے
اور ان سے بچاؤ کی تدبیر بھی۔

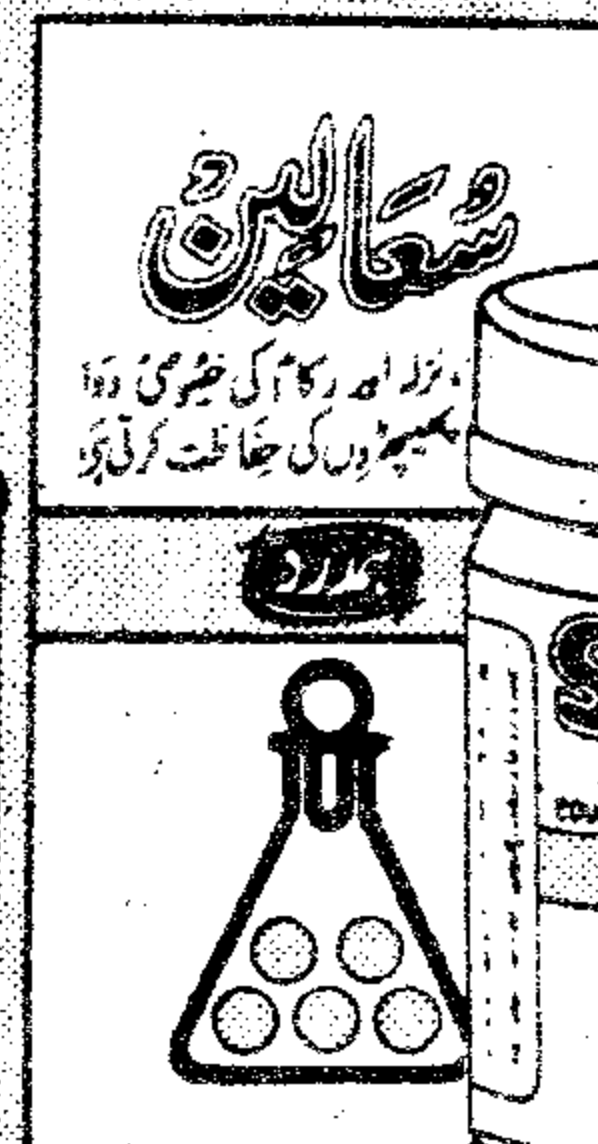
سُعالین

نزلہ، زکام اور کھانسی کی مفید دوا

نوزو
کھانسی
ناک کے دھم
سوزش اور بندش
کے لیے مفید
ایک چھوٹا ناک
کھول دیتی ہے
میں۔ دوسرا وقت پاکستان



ہمدرد



اصلاح نفس

اور

اصلاح معاشرہ

فرمایا۔ اس عالم میں بہت سی چیزیں جن کو آدمی دیکھتا نہیں مگر ان کے وجود کا یقین رکھتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ چیزیں نظر نہیں آتیں مگر ان کے آثار اس طرح ہویدا و غیاں ہیں کہ آدمی ان کے وجود کو ماننے پر مضطر و مجبور ہے۔ مثلاً ہوا ہے کہ آدمی ہوا کو دیکھتا نہیں مگر اس کے اثرات دکھائی پڑتے ہیں۔ پتے ہلتے ہیں، ٹہنیاں ہلتی ہیں تو آدمی کہتا ہے کہ ہوا چل رہی ہے۔ نیرو بدن کو لگتی ہے۔ حبیبی ہوا ہوتی ہے گرم یا سرد اس کا احساس ہوتا ہے تو آدمی کہتا ہے کہ گرم ہوا چل رہی ہے یا ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔

اسی طرح سردی کو آدمی دیکھتا نہیں مگر اس کا اثر آدمی کے بدن پر ہوتا ہے تو کبل لحاف اوڑھتا ہے اسی طرح جب گرمی کا احساس ہوتا ہے تو پنکھا جھلنے لگتا ہے۔ کپڑے اتار دیتا ہے وغیرہ۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یقیناً وجود ہے بلکہ جملہ مخلوقات کا وجود انہیں کے وجود کا پیر تو و مظل ہے اور تمام اشیاء انہیں کے موجود کرنے سے موجود ہوتی ہیں۔ اور وہ اپنے آثار سے بالکل ہویدا اور ظاہر ہے تاہم ان کو کوئی یہاں ان آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا، اس لئے کہ یہ دار دنیا اس کا محل نہیں ہے۔ آخرت میں مومن کو ذاتِ عالی کا دیدار ہوگا۔ اور اس سے بڑھ کر کسی نعمت میں حظ و نفع نہ ہوگا۔ وجوہ یومئذ

ناظرة الی ربہا ناظرۃ -

آخرت میں مومن ان آنکھوں سے دیکھے گا مگر یہاں نہیں دیکھ سکتا بلکہ اس کے ذات و صفات کی کامل معرفت بھی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ جتنا ہم سمجھ سکتے ہیں اس کے وہ درجہ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ درجہ الورد ثم درجہ الورد ہے۔ وہ ذات وہم و تصور سے بالاتر ہے۔ ہاں اس کے آثار البتہ ظاہر و باہر ہیں۔ جملہ مخلوقات ان کے وجود پر دال ہے اس مضمون کو ایک اعجازی نے نہایت عمدہ طریق سے بیان کیا ہے کہ

البعرۃ تدل علی البعبس و آثارا لقدم
تدل علی المسیر فالسما و ذات الابرار
والامرین ذات الفجاء کیف لا تدل
علی الاطیف الخبیر

مینگنی اونٹ پر ولایت کرتی ہے، نشانات
قدیم چلنے والے پر ولایت کرتے ہیں تو یہ برجوں
والا آسمان اور یہ کشادہ زمین اپنے صانع
لطیف و نہیر پر کیوں نہ ولایت کریں گے۔

برگ درختان سبز و رنظر ہوشیار
خود و انسان کے اندر بہت سی چیزیں مستور ہیں۔ اور ہم اس کے وجود کا یقین کرتے ہیں۔ مثلاً بھوک،
پیس اس غم، خوشی وغیرہ سب چیزیں اس کے اندر موجود رہتی ہیں۔ ہم ان کو دیکھتے تو نہیں مگر ان کے وجود کا
یقین کرتے ہیں۔ پس جب ہم اپنے اندر کی چیزوں کو نہیں دیکھ سکتے تو پھر اس ذات لطیف و خبیر کو کیسے
دیکھ سکتے ہیں؟ اور جیسے ان چیزوں کو نہ دیکھنے کے باعث، ان کے آثار سے وجود کا یقین کرتے ہیں۔ اسی
طرح آثار و آیات سے اللہ تعالیٰ کے وجود کا یقین رکھتے ہیں۔

اسی طرح آدمی کے اندر اچھے برے اخلاق بھی مستور ہیں۔ مگر انہیں دیکھا نہیں جاسکتا۔ البتہ آثار سے
پتہ چل جاتا ہے۔ کہ اس کے اندر یہ خلق موجود ہے۔ انہیں علامات و آثار کو دیکھ کر اس کی جڑ اور منشأ کو آدمی
سمجھ لیتا ہے چنانچہ مشائخ محققین اس معاملہ میں مہارت نامہ رکھتے ہیں۔

مثلاً کسی کے اندر تکبر کا مرض ہے یعنی اپنے کو بڑا سمجھنا، خواہ اپنے علم پر ہو، یا اپنے عمل پر، یا حسب
نسب پر ہو یا عبادت و ریاضت پر یا مال و دولت پر نانہ و مغرور ہو۔ کوئی دوسرا آدمی نہیں سمجھ سکتا اس
لئے کہ یہ قلب کا فعل ہے اور قلب کے فعل پر دوسرا آدمی کیسے مطلع ہو سکتا ہے۔ مگر جب اس کے آثار ظاہر
ہوں گے تو ہر عاقل و بصیر دیکھ کر یہ کہے گا کہ یہ شخص متکبر ہے۔ مثلاً یہ کہ ترفع و بڑائی کی باتیں کرتا ہے یا اپنے
انسان و احباب پر تقدم اختیار کرتا ہے اور ہر مجلس میں مقام صدارت پر ہی بیٹھتا ہے۔ اپنے قول و عمل سے
اس کی خواہش کا اظہار کرتا ہے تو ہر شخص اس کی باتوں کو سن کر اور اس کے افعال کو دیکھ کر یہ کہہ دے گا کہ یہ
مشکبر شخص ہے اور مرض کبر میں مبتلا ہے۔

اسی طرح غصہ کا مرض ہے کہ کسی سے طبیعت کے خلاف بات ہو گئی تو دل میں انتقامی جذبہ ابھرتا ہے
بیجانی کیفیت ہوتی ہے مگر یہ دل ہی دل میں رہتا ہے تو کچھ نہیں لیکن جب اس کا اثر باہر آجائے، رگیں پھول
جائیں، چہرہ اور آنکھیں سرخ ہو جائیں اور زبان سے اناب و شتاب باتیں نکلنے لگیں، گالی گلوچ بکنے لگے تو
ہر آدمی کہے گا کہ اسے غصہ کی بیماری ہے۔

اسی طرح کینہ و حسد نفس کی بیماریاں ہیں۔ یہ سب امراض قلب ہیں جو قلب میں مستور ہیں۔ یوں آدمی

ذرا غور کرے تو اپنے امراض کو سمجھ سکتا ہے مگر غفلت کی وجہ سے اس کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی۔ البتہ جس کے سامنے اللہ تعالیٰ غیر کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو اس کی طرف مستوجہ فرما دیتے ہیں۔ اور اس کو عیوب نفس اور رذائل کا بصیر بنا دیتے ہیں۔ اور جب بصیرت حاصل ہو جاتی ہے تو اصلاح آسان ہو جاتی ہے۔ اور خودی و انانیت فنا ہو جاتی ہے۔ میرا ہی ایک شعر ہے

کل گئی جب سے چشم بصیرت
اپنی نظروں سے خود مگر گئے ہم

رذائل کا ہونا کچھ بعید نہیں۔ انسان غطاؤسیان سے تو مرکب ہی ہے۔ فضائل و رذائل کا مجموعہ ہے اور رذائل کے ہونے میں بھی بڑے مصاحب ہیں در نہ مجاہدہ کس چیز کا ہوتا۔ پھر تعجب کی بات کیا ہے۔ مگر یہ کہ آدمی اصلاح کرنے کا مکلف ہے لہذا اس کی سعی کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ اگر یہ رذائل باقی رہے اور اسی میں آدمی مرائو نہم تک پہنچا دیں گے۔

مثلاً بد نظری کا مرض ہے تو باوجود خواہش کے نامشروع نشے کو دیکھنے سے روکے۔ ہزار جی چاہے مگر نظر نہ اٹھائے۔ مجاہدہ کرے کچھ دنوں کے بعد یہ مرض ختم ہو جائے گا۔ بد نظری ایسی ہی بری بلا ہے کہ زنا تک پہنچا دیتی ہے اسی بنا پر خود اسے زنا کہا گیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص آیا تو فرمایا کہ کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ہماری مجلسوں میں آتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے زنا کا اثر ٹپکتا ہے تو اس نے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وحی کا سلسلہ جاری ہے؟ فرمایا نہیں، مگر مومن کو نور فراست دیا جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔

ایسے ہی تکبر کا مرض ہے۔ غصہ کا مرض، اس میں اپنی زبان کو روکے اور کوئی فعل ایسا نہ کرے جو دوسرے کے لئے مسخر ہو یعنی ان اداصل کے آثار سے آدمی اگر اپنے کو بچائے گا تو جڑ اور منشأ رجو قلب و نفس میں مستور ہے وہ مضحک ہو جائے گا۔

آج کل عجب حال ہے ان باتوں کی طرف ذرا التفات نہیں۔ بدگمانی، تجسس، غیبت عام ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب سے منع فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا

مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا

يَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا

ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّهُمْ سَوَاءٌ ۚ

مگر دیکھ لیجئے کہ آج اس آیت پر کتنا عمل ہو رہا ہے۔ ہر مقام پر غیبت کا بازار گرم ہے اور اس کا تو یہ

مرض شغل مجلس ہو گیا ہے اور بدگمانی اور تحسب تو غیبت کے مقدمات ہیں ان کا شائع ہونا بھی مخفی نہیں ہے چنانچہ بدگمانی کا واقعہ حضرت مولانا مٹھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔

ایک آدمی چلا جا رہا تھا ایک دوسرے آدمی نے اسے دیکھ کر سمجھا کہ ہمارا دوست جا رہا ہے بعض دفعہ ایسی غلط فہمی ہو جاتی ہے۔ جب قریب گیا اور چہرہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ ہمارا دوست نہیں ہے تو اپنی اس غلط فہمی پر اس کی زبان سے لاجول ولاقوۃ نکل گیا اور کہا میں نے سمجھا تھا کہ ہمارا فلاں دوست ہے۔ بتائیے یہ کون سی خفگی کی بات تھی؟ مگر کیا ہوا سنئے۔ اس آدمی نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تم نے مجھے شیطان سمجھ کر لاجول پڑھا اور بات تیر کرنے لگا۔ بہتیرا عذر کیا مگر ایک نہ مانا اور یہی کہتا رہا کہ تم نے مجھے شیطان سمجھا جمی تو لاجول پڑھا جب بات بہت بڑھنے لگی تو وہ کسی طرح جان بچا کر بھاگا۔

دیکھئے، یہ ہے بدگمانی کا کیشمہ۔ آج کل اہام و خیالات پر احکام کا ترتیب ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے بہت نقصانات ہو رہے ہیں مگر اسے کم کرنے والے بہت کم ہیں۔ تلو کو باہم جوڑنے والوں کی کمی ہو گئی ہے۔ حلال کہ اس کے لئے جھوٹ بولنا بھی جائز ہے تاکہ تعلقات ٹھیک ہو جائیں اور باہمی نزاع و فساد ختم ہو جائے مگر اب زیادہ لوگ ایسے ہیں ادھر کی ادھر اور ادھر کی ادھر کر کے فسادات میں اضافہ کر دیتے ہیں اور دوت تک پھیلادیتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ آپس کے نزاعات و فسادات ختم کریں، تعلقات کو توڑنے کی بجائے جوڑیں۔ ہمارا ہی ایک شعر ہے۔

رحمت کا ابر بن کے جہاں بھر میں چھاتیے عالم یہ جل رہا ہے برس کر بھائیے
فساد کے ختم ہونے کی بہتر صورت یہ ہے کہ اپنے اندر تواضع پیدا کی جائے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ قلوب میں تواضع پیدا ہو جائے تو نزاعات و فسادات ختم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ جب ہر آدمی دوسرے کو اپنے سے برتر سمجھے گا تو اگر اس سے کوئی ناگوار بات ہو جائے گی تو درگزر کرے گا اور اپنے کو اس سے زیادہ مستحق سمجھے گا۔ اور اس سے معافی مانگے گا۔ تو پھر فساد کیسے بڑھے گا بلکہ ہو گا ہی نہیں اور ہو گا تو حد کے اندر رہے گا۔

راحمد للہ! میرے اندر یہ بات ہے کہ اگر کسی کو مجھ سے اذیت پہنچ جائے بلکہ اذیت کا مجھے خیال ہو جائے کہ شاید میری اس بات سے تکلیف پہنچی ہو تو حجت تک اس سے معافی مانگ نہیں لیتا چہن نہیں ملتا۔ مجھے احمد للہ معافی مانگنے میں ذرا عار نہیں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ تواضع کا معاملہ فرمایا ہے تو ہمہ شما کا اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا حال ہونا چاہئے۔ ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرنی چاہئے۔ نبی پر ایمان

محبت کا یہی تقاضا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّکُمْ اللّٰهُ تَوْبِہٖ اتِّبَاعُ ہر شان و شعبہ میں ہوتا ہے۔ ظاہر میں، باطن میں، اخلاق میں معاملات میں، اخلاق میں ہم آزاد نہیں ہیں کہ جو چاہیں کریں بلکہ اس میں اور زیادہ اتباع کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اسی غرض کے لئے ہوئی ہے۔

حدیث پاک میں ہے:- بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاِخْلَاقِ یعنی مکارم اخلاق کی تکمیل و تنمیم کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔ مگر آج کل اصلی اخلاق تو کیا رسمی اخلاق بھی نہیں۔ زبان سے بھی بہار دی و غنچہ ارمی کی باتیں عنقا ہو گئی ہیں۔ اخلاق کی حقیقت تو کیا اس کی صورت بھی باقی نہ رہی۔ مثلاً یہ کہ کسی پر کوئی مصیبت پڑی ہو تو اس کے سامنے رنج و غم کا اظہار ہی کر دیں۔ مگر اب دن بدن یہ چیزیں بھی کم ہو رہی ہیں جس کی وجہ سے باہمی الفت و محبت بھی ختم ہوتی جا رہی ہے۔ اور جب دل میں کسی کا پاس و لحاظ نہ رہے گا۔ خوشی غمی میں کسی سے کوئی تعلق اور رشتہ نہ رہے گا تو ظاہر ہے فساد سارے عالم میں عام ہو جائے گا جو روکے نہ رکے گا جیسا کہ ہمارے زمانہ میں مشاہد ہے۔

ہاں تو میں نے پہلے یہ بیان کیا تھا کہ اگر تواضع کی صفت و عادت اپنے اندر پیدا کر لی جائے تو باہم اتفاق اتحاد کا ہو جانا آسان ہے اور یہ تواضع بھی قلب کا فعل ہے۔ ظاہر میں اس کے آثار جب نمودار ہوتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص متواضع ہے۔ مثلاً اپنے بھائیوں کے سامنے جھک کر معاملہ کرنا، نرم بات کرنا، غفو و درگزر کرنا وغیرہ۔

چنانچہ اکابر کے غفو و درگزر کے بہت سے واقعات کتابوں میں درج ہیں۔ ان کا مطالعہ کیا جائے۔ مثال کے طور پر عرض ہے کہ:-

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بہت ہی خشوع و خضوع سے نماز پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ لوگ ان کو ریاکار کہنے لگے۔ ایک مرتبہ وہ سجدہ میں تھے کہ کچھ لوگوں نے ان کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈال دیا جس کی وجہ سے چہرہ بری طرح سے جل گیا مگر انہیں کچھ پتہ نہ چلا۔ نماز سے فارغ ہوئے تو اس کا احساس ہوا پوچھا یہ کیا ہوا تو لوگوں نے بتایا کہ فلاں فلاں نے یہ ناشائستہ حرکت کی ہے۔ تو آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ حالانکہ اس جلنے کی تکلیف عرصہ تک رہی۔

سیحان اللہ! یہ حال تھا ہمارے اکابر کا۔ نماز کا حق تھا اس کا کیسا حق ادا کیا۔ اس طرح سے اللہ تعالیٰ کی مناجات کر رہے تھے کہ سر اور چہرہ جلنے کا احساس تک نہ ہوا اور پھر مخلوق کے سامنے کیسا معاملہ فرمایا کہ ان لوگوں کو معاف فرما دیا۔ یہ اس سے بھی بڑا کمال ہے۔

اسی طرح حضرت بابیرید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدان کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ اوپر سے کسی نے راکھ ڈال دی۔ اور سب راکھ حضرت شیخ کے سر پر پڑی۔ سب کپڑے خراب ہو گئے۔ تو فرانسے کے احمد شاہ مریدین نے پوچھا کہ آپ احمد شاہ کس بات پر فرما رہے ہیں۔ ان پر بدو عافراویس کے تو فرمایا کہ جو سر آگ برساتے جانے کا مستحق تھا اس سے راکھ پر اکتفا کر لیا جائے تو شکر کا مقام نہیں ہے؟

سبحان اللہ! یہ تقاضا مقام توفیق ہمارے سہل کا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے طریق پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ حضرت شاہ غلام علی مجددی مولانا خالد رومیؒ کو لکھتے ہیں کہ

”کسی سے انتقام لینا ہمارے آپ کے لئے مناسب نہیں ہے۔ میرے حضور صوفیہ کی ایک اولیٰ عادت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اِدْنِمْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ یعنی برائی کی بدافعت عمدہ خصلت اور اچھائی کے ذریعہ کرو“

ہمارے اکابر نے اس پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دین و دنیا کی ساری نعمتیں عطا فرمادیں۔ اور دنیا اب تک ان کو یاد دلاتی ہے۔ چنانچہ سیدنا فاضل رحمۃ اللہ علیہ جو امت محمدیہ کے بہت بڑے آدمی سمجھے گئے ہیں اپنے وقت کے قطب تھے ان کا واقعہ ہے کہ

ایک بار ایک گروہ فقرا سے ملاقات ہوئی ان سب نے آپ کی گالیاں دیں اور کہا کہ اے احمق (کانے) اے وحال! اے عوام حبیروں کو حلال کرنے والے۔ اے قرآن تبدیل کرنے والے۔ اے ملحد۔ اے کٹے باپ نے اسی وقت اپنا سر کھول کر دیکھ دیا۔ اور کہا اے میرے سردار! مجھ سے براہمی ہو جاؤ۔ مجھے تمہارے علم سے پہلے ہی امید ہے اور ان کی دست بوسی فرمائی۔ جب آپ نے اس خوشامد خطاب سے ان کو عیور کر دیا تو ان سب نے کہا کہ تم نے تم سے زیادہ کسی فقیر کو متحلی نہیں دیکھا کہ اتنا کچھ ہم نے کہہ سنا یا مگر تم متغیر تک نہ ہوئے۔ آپ نے کہا یہ سب تمہاری برکت اور عنایت ہے۔ پھر اپنے احباب سے فرمایا کہ اس واقعہ سے ہم کو راضی ہوئی۔ انہوں نے اپنے جی کی بھڑاس ہم پر اتاری۔ دوسروں کے مقابلہ میں ہم ہی اس کے زیادہ مناسب تھے۔ ممکن تھا کہ یہ باتیں وہ کسی اور سے کہتے اور وہ متحمل نہ ہوتا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کیجئے۔ تو معلوم ہو گا کہ کتنے عفو و درگزر توفیق و انکسار کے واقعات ہیں۔ آج اگر ہم لوگوں کو وہ واقعات مستحضر ہوں تو بڑی عبرت و نصیحت ہو۔ چنانچہ کتابوں میں یہ واقعہ درج ہے کہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک یہودی مہمان ہوا۔ آپ نے اسے کھلایا پلایا اور سونے کا انتظام فرمایا تو جس حجرے میں انتظام فرمایا تھا باہر سے اس کی کنڈی لگا دی۔ کہ صبح آکر

کھول دیں گے۔ باہر سے کنڈی بند تھی اس لئے حجرے ہی میں بستر پر پاخانہ کر دیا۔ جب صبح ہوئی کنڈی کھولی
اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ نے کھولی تو یہودی فوراً کھسک گیا جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حال
دیکھا تو خود بنفس نفیس بستر اٹھایا اور وہوئے لگے۔ صحابہ بڑھے اور اس خدمت کو انجام دینے کی
درخواست کی۔ تو فرمایا، نہیں بھائی وہ میرا جہان تھا اس لئے بستر میں ہی دھوؤں گا۔ بہت اصرار کے
بعد فرمایا کہ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہو کہ پانی ڈال دو۔ چنانچہ صحابہ پانی ڈال رہے تھے اور حضور پاک صلی
علیہ وآلہ وسلم بستر صاف فرما رہے تھے۔

ادھر جب جہان کچھ دور گیا تو اپنی تلوار یا داغی جس کا دستہ سونے کا تھا اب سوچنے لگا کہ کیا کرنا
چاہئے۔ شرم و ذلت سے طبیعت رکنتی تھی کہ جبری حرکت کر کے آیا ہوں لوگ کیا کہیں گے۔ اور عرض وہ
جب مال کا یہ تقاضا تھا کہ واپس چلنا چاہئے ورنہ بہت نقصان ہوگا۔ بہر حال یہی غالب آیا اور گیا تو
دیکھا کہ پیغمبر و جہاں صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود اس کے پاخانہ کو دھو رہے ہیں۔ وہ دیکھ کر بہت متاثر
ہوا اور کلمہ پڑھ لیا۔

اب دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے سے بھی بستر دھوا سکتے تھے مگر خود دھویا۔ سبحان اللہ
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ اخلاقی تھے۔ اللہ اکبر۔

دوسرا واقعہ سنئے۔ کسی موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی کو چھتری سے آہستہ سے
کوٹھڑی دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ اعلان فرمایا کہ کسی کا کچھ حق میرے ذمے ہو تو یہاں ہی
لے لے۔ اور اگر کسی کو کوئی تکلیف پہنچی ہو تو یہاں ہی بدلہ لے لے۔ چنانچہ وہ صحابی تھے اور کہا کہ فلاں موقع
پر جناب نے چھتری سے میرے بدن میں کوٹھڑی دیا تھا۔ لہذا اس سے مجھے تکلیف پہنچی تھی اس کا بدلہ لوں
گا۔ تو فرمایا کہ بخوشی تم کو اجازت ہے۔ صحابی نے کہا اس وقت میرے بدن پر گھڑا نہیں تھا اور آپ گڑیا پہنے
ہوئے ہیں۔ لہذا آپ اپنا گڑنا اتار دیجئے تب بدلہ لوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً گڑنا اتار دیا
اور فرمایا تمہیں اختیار ہے۔ صحابی نے بڑھ کر مہر نبوت کو چوما اور کہا میری کیا مجال ہے کہ بدلہ لوں۔ مگر میری
مدت سے یہ خواہش تھی کہ مہر نبوت کو بوسہ دوں۔ اس لئے ایسا کیا۔

اب غور فرمائیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی شان تھی کہ ایک امتی سے اس طرح معاملہ فرما
رہے تھے۔ بیشک نبی کی یہی شان ہوتی ہے۔ ان کے خوفِ آخرت کا یہی حال ہوتا ہے۔ آپ یہی اسوۂ
حسنہ چھوڑ کر ہم سے چھڑا ہوئے۔ ہم اس پر جب تک عمل پیرا ہوں گے فائیت میں رہیں گے۔ اور جب اس سے
چھوڑ دیں گے تو فساد و فحاشی کے شکار ہو جائیں گے جیسا کہ آج مشاہدہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو

عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ بحریت سید النبی الکریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ اجمعین۔

اب تیسرا واقعہ سنئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابن سقہ یہودی کا قرض دینا تھا۔ وہ تقاضا کے لئے آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے کی چادر اتار لی اور کڑتا پکڑ کر سختی سے بولا۔ عید لمطلب کی اولاد بڑی نادہند ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جھڑکا اور سختی سے جواب دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبسم فرماتے رہے۔ اس کے بعد عمر فاروق سے فرمایا کہ عمر! تم کو مجھ سے اور اس سے دوسری طرح سے برتاؤ کرنا چاہئے تھا تم مجھے کہتے کہ ادائیگی ہونی چاہئے اور اسے کہتے کہ تقاضا چھے لفظوں میں کرنا چاہئے پھر زید کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ جاؤ اس کا قرض ادا کرو اور بیس صلغ زیادہ دینا کیونکہ تم نے اسے جھڑکا ہے۔

سبحان اللہ! کیسی تعلیم تھی اپنے اصحاب کو جس کی وجہ سے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اخلاق کے اعلیٰ مراتب پر پہنچے اور ان کے نفوس کا کامل تزکیہ ہوا۔

ان واقعات میں ہمارے لئے بہت ہی عبرت و نصیحت ہے کہ ہمیں بھی ایسے مواقع پر ایسا ہی معاملہ کرنا چاہئے اور لوگوں کو اسی قسم کی تعلیم کرنی چاہئے۔ اگر آج ان باتوں پر عمل ہو تو پھر اصلاح عام ہو جائے اور دنیا جنت کا نمونہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔

بقیہ ۳۳ تحریک روشنیہ

مذکورہ آیات میں بایزید نے چند دعوے کئے ہیں۔

اولاً یہ کہ اس نے اپنے اور مریدوں کے گناہ اللہ تعالیٰ سے بخشوا لئے ہیں۔

ثانیاً یہ کہ اس نے اپنے اوپر اور اپنے مریدوں پر خدا کی رحمتیں اور برکتیں نازل کرائی ہیں۔

ثالثاً یہ کہ حدیث نبویؐ کے حوالے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اپنے اوپر اور اپنے مریدوں پر رحمتیں اور برکتیں بھیجوائی ہیں۔

رابعاً یہ کہ وہ قیامت کے دن اپنے لئے اور اپنے مریدوں کے لئے ایک امتیازی شان اور قابل رشک مقام کا مدعی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو اور اپنے مریدوں کو "خوف خاتمہ" سے بالکل مامون کر دیا ہے اور اہل بہشت ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام سے امتیازی شان کے حامل ہونے کا دعویٰ الگ ہے۔ اس لئے حضرت اخوندزادہ نے بابائے امت علیہ نے اس ضمن میں اسلامی عقائد و مسائل کی تبلیغ و ترویج کرتے ہوئے مسلمانوں کی بروقت صحیح رہنمائی کی۔ چنانچہ فرمایا

"گاہی پیران خود را خدائی گویند و بعضے پیغمبری گویند۔ و بعضے مامون از خوف خاتمہ و اہل بہشت یقین می دارند و بعضے معتقد است کافر و گمراہ" (تذکرۃ الابرار و الاشرار ۱۳۸)

ترجمہ: کبھی اپنے پیروں کو خدا کہتے ہیں اور بعض ان کو خوف خاتمہ سے مامون اور اہل بہشت یقین کرتے ہیں اور ان معتقدات پر کافر موبہاتے ہیں۔

بیتاب محمد بن عبد اللہ صاحب جیدہ آبادی
آئی۔ اے۔ ایس۔ (ریٹائرڈ)

کسبِ دنیا اور طلبِ دنیا میں فرق

اسلام کسبِ حلال سے منع نہیں کرتا بلکہ اس پر زور دیتا اور اس سے فرض قرار دیتا ہے کہ آدمی حصولِ معاش میں حلال اور حرام کی تمیز کرنے اور حد و مقررہ سے آگے نہ نکلے۔ حُبِ دنیا یعنی دنیا کی محبت سے منع کیا گیا ہے۔ کہ یہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ حُبِ دنیا جو حرام ہے اس سے مراد دنیا کو "معاذ" سے قطع نظر کر کے دنیوی زندگی کو بالذات محبوب و مطلوب بنانا ہے۔ ورنہ مالی اور دنیاوی نفسِ محبت تو طبعی اور خدا داد ہے۔ اسلامی معاشیات کے منافی وہ حبِ دنیا ہے جسے جدید معاشیات نے کسی نہ کسی درجہ دین اور معاد سے کاٹ کر بالذات محبوب و مطلوب بنا رکھا ہے۔ ورنہ نفسِ کسبِ دنیا تو اسلام کی معاشی تعلیمات کی رو سے بعض قیود کے ساتھ ضروری ہے۔ شریعت کی رو سے تجارت کرنا فرض کفایہ ہے۔ اسی طرح زراعت کرتا بھی فرض کفایہ ہے۔ کیونکہ زندگی موقوف ہے ان چیزوں پر پس ضروریاتِ زندگی (معاش) کی تحصیل فرض کفایہ ہے۔ اور فرض کفایہ یہ ہے کہ بعض کے کرنے سے وہ کام بقیہ لوگوں کے ذمہ سے ساقط ہو جائے۔ ورنہ سب پر فرض ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ خیال بالکل غلط ہے کہ اسلام کسبِ دنیا سے منع کرتا ہے۔ قرآن نے تو روزی کمانے اور تلاشِ معاش کو "اللہ کا فضل" تلاش کرنا قرار دیا ہے۔ بھلا اس سے کون منع کر سکتا ہے۔ البتہ محبتِ دنیا اور اس میں استغراق جانتے نہیں کہ جس کے نتیجے میں انسان آخرت سے غفلت برتے۔ ظاہر ہے کہ ہزاروں سال بلکہ نہ ختم ہونے والی ابدی زندگی کے مقابلہ میں ساٹھ ستر برس کیا، سو دو سو برس یا عمرِ نوح ہی کوئی بساطِ کفّی کہ بذاتِ خود اس کے کسی مسئلہ کو اتنی اہمیت دی جائے اور اس کو اس درجہ مشکل اور لاینحل سمجھ کر زندگی کا ہر لمحہ اور ہر نفسِ اس کے لئے وقف کر دیا جائے۔ اسلام کی نظر میں تو دنیا کی اس زندگی کے وہی مسائل لائقِ التفات ہیں جن کا دامن واسطہ یا بلا واسطہ کسی نہ کسی طرح اور کسی نہ کسی درجہ میں آخرت سے بندھا ہوا ہو۔ یہ تو معاشی مسائل اور مشکلات کا سب سے پہلا اسلامی اصول ہوا۔ کہ دنیا کی فانی زندگی کو آخرت کی غیر فانی زندگی یا معاش کو معاد کے ساتھ جوڑنے اور بالکل اس کے تابع اور اس کے ماتحت کرنے کی صورت

معاشی مسائل و مشکلات اس معنی میں اور اس حد تک سرے سے مسائل اور مشکلات ہی نہیں رہتے جس معنی میں اور جس حد تک "غیر معاشی" معاشیات نے ان کو سمجھ اور بنا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو چونکہ خدا کا خلیفہ اور امین کا منصب دے رکھا ہے اس لئے لازم تھا کہ خلافت اور امامت کے فرائض منصبی کی ادائیگی کے بقدر اس کو ارادہ کی آزادی اور اختیار بھی عطا ہوا۔ اور اسی آزادی اور اختیار سے وہ اپنی دنیوی زندگی یا معاشی حاجتوں کی سربراہی میں کام لیتا۔ مگر خدا کا خلیفہ اور بندہ رہ کر نہ کہ خدا کا منکر ہو کر۔ ارشاد خداوندی ہے :-

"تمہارے اموال اور اولاد تم کو خدا کی یاد اور اطاعت سے غافل نہ کر دیں جو ایسا کریں گے وہ گھاٹے میں رہنے والے ہوں گے" (منافقون رکوع ۳)

اسلام نے انسان کی انسانیت یا انکو بنی فطرت کو خلافت قرار دیا ہے اس کی تشریح تکمیل و تربیت بغیر اس کے ممکن نہیں کہ زندگی کے تمام دائروں اور شعبوں میں افراد کو جبر سے نہیں بلکہ اپنے اختیار اور رضا سے خیر کو اختیار کرنے۔ اور شر اور گمراہی کو ترک کرنے کی زیادہ سے زیادہ آزادی حاصل ہو اور خارجی پابندیاں کم سے کم ہوں پس اس درجہ میں کہ کسی فرد کی آزادی میں خلل نہ ہو۔ اس لئے حکومت کا کام انفرادی آزادی کی طرف اس حد تک نگہ رانی اور روک تھام کرنا ہے کہ معاشرے کا ہر فرد اپنے اپنے محل اور مقام کے اعتبار سے اپنی انسانیت کی تکمیل میں دوسروں کی مداخلت و مزاحمت سے محفوظ رہے۔ معاشی دائرہ میں ایک طرف حکومت کی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کے شہریوں میں ایک فرد بھی اتنا تنگ و سست نہ رہنے پائے کہ اسے یہ فکر لگی ہو کہ کل اس کے بچے کیا کھائیں گے۔ اور دوسری طرف وہ اغنیاء اور مالداروں کو اتنی آزادی نہ دے کہ وہ عیاشی اور اوباشی یا لہو لعب اور مسرفانہ عادتوں میں من مانی طور پر اپنا مال اڑاتے رہیں۔ ساتھ ہی ان کے مال سے قانونی اور تجربی طور پر وہ اتنا حصہ وصول کرے جس سے دوسروں کی فاقہ کشی اور تنگ دستی دور کی جاسکے۔ مگر سرمایہ داری کو اپنی بنا کر حکومت کو اس کا بالکل حق نہیں کہ وہ زائد دولت رکھنے والے افراد کی زائد دولت سلب کر کے ان کو صرف دولت کے اختیاری فضائل و کمالات کے ان مواقع سے محروم کر دے جو وہ اپنے اختیار اور ارادہ سے کام لے کر انفرادی طور پر کر سکتے تھے۔ اور جس سے ان کے اصلی انسانی جوہر یا اختیاری فطرت اور اخلاقی جوہر کو جلا ملتی۔ البتہ حکومت کو اس کا نہ صرف حق حاصل ہے بلکہ اس کا فرض ہے کہ شراب و کباب اور دیگر منشیات رقص و سرود، سینما تھیٹر، جوا اور گھوڑ دوڑ بلکہ بیڑی اور سگریٹ تک کی نوعیت کے بیشمار رائج الوقت قصور بیانت اور بے راہ رویوں کو قانوناً ناجائز قرار دے دے جن سے امیروں کو اپنا زائد از ضرورت روپیہ خیر خیرات، رفاہی امور اور صحیح انفاق کے بجائے ضرر رساں فضول خرچیوں میں اڑانے کی ترغیب و تحریص ہوتی ہے۔ اور جس سے معاشرہ کا نہ صرف دینی، روحانی اور اخلاقی قوام بگڑتا ہے بلکہ دنیوی و جسمانی

نظام بھی درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اور معاشرہ ذہنی بے راہ روی اور تخریبی کاموں کی راہ پر پڑ جاتا ہے۔ غرضیکہ اسلام ایک بالکل مربوط اور متوازن معاشی نظام پیش کرتا ہے جو اشتراکیت اور برہی انفرادیت کے مضر و نامر سے پاک اور ان کی خوبیوں کا جامع ہے۔ سرمایہ پرستی کے مضر اثرات کو دور کرنے کے لئے اسلام نے سلبی اور ایجابی دونوں طریقے اختیار کئے جن کی وجہ سے پہلے تو سرمایہ داروں کی کبھی اسلام میں جگہ ہی نہیں پاسکتی پھر جو کچھ سرمایہ پیدا ہوتا ہے اس پر ایجابی حدود و اثرات عائد بھی کئے تاکہ توازن دولت قائم رہے۔

”کہیں ایسا نہ ہونے پائے کہ دولت تمہارے مالداروں کے ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جائے“ (سورہ حشر)
 اللہ تعالیٰ ہی کو دولت اور دولت کے مآخذوں کا حقیقی مالک قرار دیا گیا اور انسانوں کی حقیقی ذاتی ملکیت کی نفی کی گئی۔ وہ دولت کے محض امین ٹھہرائے گئے۔ ہماری اصطلاحی ملکیت کے معنی صرف تمتع کے حقوق کے ہیں۔ از روئے قرآن ساری دولت کو متاع کی حیثیت دی گئی ہے۔ ”متاع“ اسے استفادہ کے لئے حدود و شرائط قائم کئے گئے اسلامی حکومت اس کی نگران قرار پائی تاکہ ”معاشی توازن“ اور سماجی انصاف برقرار رہے۔ مذہبی پیشوائی کے روپ میں مال کے ناجائز حصول کو ممنوع قرار دیا گیا۔ حتیٰ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اور اپنے خاندان کے لئے زکوٰۃ، صدقات اور خیرات کو ناجائز قرار دے کر مذہبی اور معاشی اصلاح کی تاریخ میں ایک انقلابی قدم اٹھایا۔

پیدائش دولت، صرف دولت اور تقسیم دولت پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کی گئیں۔ مثلاً سودی عناصر کو بے دخل کیا گیا۔ سود خور سرمایہ داروں کے خلاف ایک محاذ جنگ کا اعلان ہوا۔ سود کے سارے بقایا کو یک قلم منسوخ کیا گیا ذخیرہ اندوزی، احتکار اور اکتناز (زیر اندوزی) کو ممنوع قرار دیا گیا۔ اور اس پر وعید فرمائی گئی۔ تباہ کن ناجائز اجارہ داری کا خاتمہ کیا گیا۔ خاص خاص ذرائع دولت کو ”مفاد عامہ“ کی خاطر حکومت کی ملک قرار دیا گیا۔ محفوظ اور ترقی پذیر سرمایہ پر سماجی تحفظ کا ٹیکس عائد کیا گیا۔ یعنی زکوٰۃ۔ اس کے منکرین کو دائرہ اسلام سے خارج ٹھہرایا گیا انہیں ارتداد اور بغاوت کا مجرم قرار دیا گیا جن کے خلاف جہاد واجب ٹھہرا۔ حالات غیر معمولی پیش آجائیں اور عام حدود کی پابندی اور زکوٰۃ عشر وغیرہ حاصل، عام قومی احتیاجات کے لئے ناکافی ثابت ہوں تو اہل الرائے کا یہ فتویٰ ہے کہ مالداروں کے زرو مال میں زکوٰۃ کے سوائے بھی اہل حاجت کا حق ہے اور ہر پستی کے اغنیاء کا فرض ہے کہ اہل حاجت کی ضروریات کی تکمیل کریں۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ اپنی اور بھکشا کو نیکی قرار دے کر گداؤں اور مساکینوں کے ایک غیر ذمہ دار آوارہ منش اور نیکوں کے طبقہ کی پرورش کی جائے۔ ”سوال“ کرنے کو تو اسلام نے حرام کر دیا ہے۔ نہ صرف یہ کہ بھیک مانگنے والے بلکہ بھیک دینے والے بھی مجرم قرار دئے گئے ہیں۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ باوجود غنی اور توانا ہونے کے جو بھیک مانگتا ہے وہ جہنم کے انگارے جمع کرتا ہے۔

اسلامی نظریہ کے تحت بنیادی ضروریات میں نہ صرف ایسی غذا جو انسانوں کی زندگی اور ضروریات کا رکھنے کے لئے ناگزیر ہے اور ایسا لباس جو گرمی اور سردی میں صحت اور قوت کو برقرار رکھ سکے۔ اور ایسا مکان جو بارش اور گرمی و سردی کے مضرات سے محفوظ رکھ سکے۔ اور رہروں کی نظروں سے ان کی خلوت کی پردہ داری ہو سکے بلکہ طبعی ضروریات ہستی کہ کسی معذور و مجبور کے لئے کسی خدمت گار کی ضرورت ہو تو اس کی فراہمی تک بھی ضروری ہے۔ اور قرآن کریم کے سر بھی احکام کی رو سے والدین کے ساتھ احسان لازمی ہے۔ نیز اہل قربت۔ یتیموں مسکینوں رشتہ داروں۔ ہمسایوں۔ دوستوں۔ مسافروں۔ لونڈی غلام اور خادموں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔ (سورہ نسا) معاشی احتیاجات کے معاملات میں مسلم اور غیر مسلم کا فرق نہیں رکھا گیا بلکہ غیر مسلم پڑوسیوں اور ہم وطنوں کو بھی خاصی صراحت کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔

منشار یہی ہے کہ معاشی مسائل کے حل میں مشترکہ اور عام سطح پر قرار رکھی جائے۔ سوشلزم یا کمیونزم کے برخلاف اسلام نے نظام معیشت کے عناصر میں ضرورہ حکم غیر متزلزل اور حکیمانہ بنیاد فراہم کی ہے۔ یہ بنیاد اس کے لئے الہیاتی تصورات اور عقائد اور ان سے پیدا ہونے والے اخلاقی اصول ہیں۔ اشتراک مقاصد کو یام خروج تک پہنچانا ہو تو اس کے لئے اسلام ہی کی روحانی اور اخلاقی بنیادوں کو تسلیم کرنا لازمی ہے۔ اسلام کی الہی حکومت اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عملی نمونہ ہی انسانیت پر درستی افرا اور پائیدار نصفانہ معاشی نظام قرار دے کر رہا ہے۔ اس لئے اسلام ہی انسانیت کا روشن مستقبل ہے۔

اسلام کے بارے میں خود لینین کے اظہار خیال کا ذکر خالی اندھچسپی نہ ہو گا۔ وہ کہتا ہے،
 ”دنیا میں جب کبھی اعتدال قائم ہو گا تو اس کی صورت سوائے اسلام کے اور کہیں نہیں ہوگی۔
 کیونکہ اسلام کا نظام نوع انسان کی بقا کے لئے ایک بہترین ضمانت ہے۔“



مرکز آلہ سماعت

ایسٹرن آپٹیکل کمپنی

لکشمی بلڈنگ۔ ایم۔ اے۔ جناح روڈ۔
Hearing Aid Centre

Eastern Optical Co.

Lakshmi Building, M. A. Jinnah Road,
 Karachi-0221 (Pakistan)
 Telex No.: 24535 ESTOP PK.
 Telephones: 22 62 87 — 22 69 44

اعلیٰ بناؤٹ
دل کشن و صنع
دل فیبر رنگ کا
حسین امتزاج
دنیا کے مشہور

SANFORIZED

REGISTERED TRADE MARK

سینفورائزڈ پارچہ جاتا
سکرٹنے سے محفوظ

۲۰ این سے ۸۰ این کی سٹف کی

اعلیٰ بناؤٹ

گل احمد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
ستار چیمبرز
۲۹ - ویسٹ وارف کراچی

ٹیلیفون
۲۲۸۶۰۵۰ ۲۲۳۹۲
۲۲۵۵۳۱



ملک پتہ :- آباد ملز

ڈاکٹر محمد حنیف صاحب - پروفیسر شعبہ دینیات
اسلامیہ کالج پشاور

مشاہیر علماء سر

مشائخ دیوبند کے فیض یافتہ عالم و فاضل شخصیت

مولانا **احمد حلیم** باجوڑی مدظلہ

خانہ فی حالات | آپ کا شجرہ نسب چھٹی پشت میں دانشکدہ کے مشہور ولی اللہ حضرت ولی محمد المعروف بہ مورزادہ ولی بابا رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ مورزادہ ولی کی اولاد "مورزادہ خیل میاگان" کے نام سے مشہور ہیں۔ اور علاقہ باجوڑ اور مہمند میں مختلف مقامات پر کثیر تعداد میں آباد ہیں۔

۱۔ مورزادہ ولی بابا حضرت سید آدم بنوری (متوفی ۱۰۵۳ھ ۱۶۴۳ء) کے خلیفہ تھے۔ آپ کا شمار گیارہویں صدی ہجری کے مشاہیر اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ چونکہ بچپن ہی سے آپ پر نیکی کے آثار نمودار تھے اس لئے "داد زاد ولی" کے نام سے مشہور ہوئے۔ منہاج الدعار اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ خداوند تعالیٰ آپ کی دعا سے ہر قسم کے مریضوں کو شفا عطا فرماتا۔ اس وجہ سے شیخ الامراض کے نام سے بھی شہرت رکھتے ہیں۔

حضرت موصوف کی دو بیویاں تھیں ایک بیوی مشہور تاریخی شخصیت گورنر نواب مہابت خان (متوفی ۱۰۸۵ھ ۱۶۷۴ء) بانی مسجد مہابت خان پشاور کی صاحب زادی تھیں جن کے ہاں تین فرزند پیدا ہوئے۔ یعنی محمد انور بابا۔ عبد اللہ اور نجیب اللہ۔ مذکورہ تینوں حضرات کی اولاد باجوڑ ایجنسی میں مختلف مضافات میں آباد ہے۔ آپ کی دوسری بیوی لاپورہ (علاقہ مہمند) کے مورچہ خیل خوانین کے گھرانے سے تھیں۔ موصوف کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام یار محمد خان تھا۔ یار محمد خان مذکور کی اولاد (غالباً) علاقہ مہمند میں آباد ہے۔

حضرت سید زادہ ولی بابا لاپورہ سے کوئی دو میل دور واقع ایک گاؤں "کام لاپورہ" میں رہائش پذیر تھے۔ آپ نے یہیں وفات پائی۔ مگر آپ کی اولاد نے انہیں وہاں سے لا کر دانشکول میں سپرد خاک کیا۔ آپ کا مزار دانشکول میں مرجع خاص و عام ہے۔ باجوڑ اور مہمند کے معتقدین نے ہزاروں جریب زمین آپ کے نام پر وقف کر دی جو آج تک آپ کی اولاد کے تصرف میں ہے۔

حضرت ولی محمد بابا کے ایک فرزند محمد انور بابا دانشکول سے باجوڑ شریف لائے اور علاقہ ماموند کے قصبہ "برہ بانڈہ" میں سکونت اختیار کی۔ آپ کا مزار اسی گاؤں میں ہے۔ اور "ایغنتی بابا" کے نام سے مشہور ہیں۔ محمد انور بابا کی اولاد سے مولانا احمد حلیم صاحب کے پردادا مولانا سماع الدین کو اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی بدولت بہت شہرت حاصل ہوئی۔ آپ بوکیتی کے مقام پر سکونت پذیر تھے۔ جہاں پر آپ نے علوم دینیہ کی اشاعت و ترویج کی خاطر ایک اسلامی مدرسہ قائم کیا جس میں طالبان حق علوم متداولہ کی تحصیل کے ساتھ ساتھ تزکیہ باطن کی تربیت بھی حاصل کرتے تھے۔ مولانا احمد حلیم صاحب اسی علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔

آپ کا نام احمد حلیم والد ماجد کا نام نور محمد اور دادا کا نام عبدالعزیز تھا۔ حدود ۱۳۱۵ھ تا ۱۸۹۷ء میں بمقام شریف خانہ علاقہ چارسنگ (باجوڑ اچھسی) پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت میں جن غلام کرام نے حصہ لیا ان میں قاضی امیر سید باجوڑی المعروف بہ قاضی صاحب دوزخشا (متوفی ۱۳۶۹ھ تا ۱۶۵۸ء) مولانا عبداللہ غزشتوی مرحوم اور مولانا محمد یوسف غزشتوی مرحوم کے نام قابل ذکر ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی علمی تشنگی ابھی باقی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مزید تحصیل کی خاطر ۱۳۷۰ھ تا ۱۹۲۱ء میں ہندوستان کا سفر اختیار کیا۔

۵ شوال ۱۳۴۱ھ تا ۲۳-۲۲ ۱۹۲۲ء کو دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ اس زمانے میں حضرت مولانا حبیب الرحمن ٹٹکانی (متوفی ۱۳۵۰ھ تا ۱۶۲۹ء) صدر مہتمم اور مولانا حافظ محمد احمد (متوفی ۱۳۴۷ھ تا ۱۹۲۸ء) نائب مہتمم کی پیشیت سے فرائض انجام دے رہے تھے جب کہ حضرت انور شاہ کشمیری (متوفی ۱۳۵۲ھ تا ۱۹۳۳ء) بحیثیت مدرس تشنگان علم کو سیراب کرنے میں مصروف تھے۔

۱۳۶۹ھ تا ۱۹۲۷ء میں مولانا حبیب الرحمن عثمانی کے ساتھ بعض عارضی اختلافات کے باعث اکثر مشائخ دیوبند جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے۔ اس واقعہ کے بعد مولانا احمد حلیم صاحب تقریباً سو دیگر رفقاء کے ساتھ ڈابھیل روانہ ہوئے۔ مولانا محمد یوسف بنوری (متوفی ۱۳۹۷ھ تا ۱۹۷۷ء) اور مولانا فضل الرحمن (متوفی ۱۴۰۱ھ تا ۱۹۸۱ء) کے بھتیجے مولانا حبیب الرحمن (متوفی ۱۳۶۹ھ) بھی اس قافلہ میں آپ کے ہمراہ تھے۔

مورزادہ ولی بابا کے خلفائیں سے صرف "مجدوب بابا" کا نام معلوم ہو سکا ہے جو ہزار ٹاؤ کے کوکوڑی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا مزار پارچاؤ سے تقریباً تین میل دور دیبے کابل کے مغربی کنارے پر واقع ہے اور آپ کی اولاد ریبا اور پارچاؤ (علاقہ مہشتی) میں آباد ہے۔

(مولوی احمد حلیم صاحب کے شجرہ نسب قلمی اور اسے رپورٹ آن دی محمد زائر مرک (انٹرنیٹ) ۱۸۹۹ء سے مختصاً ماخوذ ہے)

ڈاکٹر جمیل پہنچ کر جامعہ اسلامیہ میں داخل ہوتے وہاں پر جن اساتذہ کرام کے انوار و فیوضات سے آپ فیض یاب ہوتے ان کے اسمائے گرامی مستندہ ذیل ہیں:-

- ۱۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی (متوفی ۱۳۶۹ھ تا ۱۹۵۹ء)۔ ۲۔ حضرت مولانا شاہ انور شاہ کشمیری (متوفی ۱۳۵۲ھ تا ۱۹۳۳ء)۔ ۳۔ حضرت مولانا اعجاز علی (متوفی ۱۳۷۴ھ تا ۱۹۵۴ء)۔ ۴۔ حضرت مولانا بدر عالم (متوفی ۱۳۸۵ھ تا ۱۹۶۵ء)۔ ۵۔ حضرت مولانا ابراہیم (متوفی ۱۳۸۷ھ تا ۱۹۵۴ء)۔ ۶۔ حضرت مولانا رسول خان (متوفی ۱۳۹۱ھ تا ۱۹۷۱ء)۔ ۷۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن (متوفی ۱۳۷۷ھ تا ۱۹۲۸ء)۔ ۸۔ حضرت مولانا حفظ الرحمن (متوفی ۱۳۸۲ھ تا ۱۹۶۲ء)۔ ۹۔ حضرت مولانا محمد ادریس (متوفی ۱۳۹۴ھ تا ۱۹۷۴ء)۔ ۱۰۔ حضرت مولانا عتیق الرحمن عثمانی مدظلہ۔ ۱۱۔ حضرت مولانا سراج احمد۔ ۱۲۔ حضرت مولانا عبد الجبار

آپ ۱۱ شعبان ۱۳۴۷ھ تا ۱۹۲۷ء کو علوم متداولہ کی تحصیل سے فارغ ہو کر وطنِ مآلوت (باجوڑ) واپس آئے۔ اس زمانے میں خانِ زردہ و درخان آف کوٹلی کا دور دورہ عقائد خانِ مذکور کو جب مولانا صاحب کی اطلاع ہوئی تو ان کو بلا کر ان سے اپنے گاؤں کوٹلی میں درس تدریس کا کام شروع کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے خان صاحب کی یہ مختصانہ پیش کش قبول کر لیتے ہوئے ۱۳۴۸ھ تا ۱۹۲۹ء میں اس کا ذخیرہ کا آغاز کیا۔

زردہ و درخان کی وفات کے بعد ان کے خلف الصدق دلاور خان جانشین مقرر ہوئے جو اپنے پیش رو کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علم و عمل کی سرپرستی جاری رکھی۔ مولانا صاحب پاس دور دور سے طلباء آتے، درہر وقت آپ کے گرد و حور رہتے تقریباً ۵۰ برس تک طالبانِ حق آپ کے چشمتہ علم سے فیض یاب ہوتے رہے۔ مولانا صاحب ان دنوں اپنی ضیافتِ عمری کی بنا پر درس و تدریس کا فریضہ انجام دینے سے قاصر ہیں یہی وجہ ہے کہ اپنے گاؤں شریعت خانہ میں رہائش پذیر ہو کر ذکر و فکر میں ایامِ زندگی گزار رہے ہیں۔

دلاور خان چچے مسلمان اور بہادر مجاہد تھے۔ انگریزوں کے خلاف جہاد میں مجاہدین کے مددگار رہے جس کے نتیجے میں ۱۹۳۳ء میں کوٹلی پر انگریزوں نے بمباری کی اور کافی مالی نقصان پہنچایا۔ تحریک مجاہدین میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ اور اکثر محاذوں پر خود مجاہدانہ شریک ہوئے۔ ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ تا ۱۹۷۷ء کو وفات پائی۔

آپ کا نام زردہ و درخان اور والد کا نام سرگند خان تھا افغان قبیلہ ترکانی کی شاخ ابراہیم خیل سے تعلق رکھتے تھے علم و عمل کے قدردان، شجاعت و بہادر، غیور پٹھان اور جان باز مجاہد تھے۔ انگریزوں کے خلاف جہاد میں معروف مجاہدین کی نہ صرف ہر وقت مالی اور اخلاقی مدد کرتے رہے۔ بلکہ مختلف محاذوں پر خود شریک جہاد ہو کر سعادت دارین حاصل کی۔ آپ ۱۰ شعبان ۱۳۴۹ھ تا ۱۹۳۰ء کو فوت ہوئے۔ اور موضع کوٹلی میں مدفون ہیں۔

علمی مقام | مولانا احمد حلیم صاحب ایک عالم و فاضل شخصیت ہیں اور تمام مروجہ دینی علوم یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، ریاضی، فلسفہ، ادب اور علم میراث وغیرہ میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔

سلوک و طریقت | سلوک و تصوف کے مروجہ مرق میں سے آپ طریقہ قادریہ سے زیادہ متاثر ہیں۔ اور جس طرح کہ آپ دیگر علمی مسائل میں مولانا محمد عبدالخالق باجوڑی مدظلہ کے ہم خیال و ہم نوا ہیں۔ اسی طرح سلوک و طریقت کے باب میں بھی آپ مولانا موصوف کے ہم سفر و ہم کاب نظر کرتے ہیں۔

تحریک اصلاح معاشرہ | درس و تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے لوگوں کے عقائد و اصلاح کی طرف پوری پوری توجہ دی۔ مروجہ رسومات اور بدعات کی شدید مخالفت کی۔ اور دلائل و براہین کے ذریعے ان کو قائل کرنے کی سعی مسلسل فرمائی۔ گروہ پیش کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد ہم یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ مولانا موصوف کافی حد تک اپنی مخلصانہ جدوجہد میں کامیاب ہوئے ہیں۔ جزا ہم اللہ خیر الجزا۔

انگریزوں کے خلاف تحریک جہاد اور آپ شیخ الہند (متوفی ۱۳۶۹ھ / ۱۹۴۰ء) کے آغاز کردہ تحریک کے تحریک شیخ الہند سے وابستگی | ساتھ وابستہ تھے اور مجاہدین کی ہر ممکن مدد و اعانت کرتے رہے۔ ۱۹۴۰ء میں جب انگریزوں نے قصہ خوانی بازار میں گولیاں چلا کر بہت سے بے گناہ مسلمانوں کو شہید کر دیا، تو اس واقعہ سے قبائل میں غم و غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی اور ایک نئے عزم کے ساتھ مختلف محاذوں پر انگریزوں کے خلاف صف آرا ہوئے۔ تو اس موقع پر بھی مولانا احمد حلیم صاحب، عبدالرحمن مرحوم المعروف بہ جرمنی استاد کے ہمراہ یکنوری کے محاذ پر جہاد میں شریک رہے۔

۱۔ عبدالرحمن مرحوم نسبتاً مغل تھے۔ جرمنی میں کچھ عرصہ قیام کیا اس لئے "جرمنی استاد" کے نام سے مشہور تھے۔ اسلا موضع شیوہ تحصیل صوابی کے رہنے والے تھے۔ مشن سکول سے ٹرل کا امتحان پاس کر کے درس و تدریس کا پیشہ اختیار کیا۔ پھر سرکاری نوکری چھوڑ کر امریکیہ چلے گئے۔ کیلے فورنیا میں چند دوسرے پٹھان رفقاء کے ساتھ کاروبار کرتے رہے۔ وہاں قیام کے دوران "غدر پارٹی" میں شمولیت اختیار کی۔ پھر جرمنی چلے گئے۔ اور وہاں سے ۱۹۴۷ء میں افغانستان کی حمایت حاصل کرنے کے لئے توڑک جرمن وفد کے ساتھ افغانستان آئے۔ ان دنوں مجاہدین کامرکز چمرکنڈ (باجوڑ) میں قائم ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپ اپنے ایک دوسرے ساتھی عبدالسبحان آف مینٹی (صوابی) کے ہمراہ باجوڑ آئے۔ بٹیر میں مجاہدین کے مرکز سمس کا بھی دورہ کیا۔ افغانستان میں قیام کے دوران مجاہدین کو فوجی تربیت دیتے رہے۔ خود بھی مختلف محاذوں پر جہاد میں شریک ہوئے۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں تقریباً ۸۵ سال کی عمر میں وفات پائی اور کوٹلی، علاقہ چارسنگ (باجوڑ) کے مقبرہ میں بمقام درواز گئی جو ہر سیرد خاک کر دے گئے۔

عادات و اخلاق | آپ نہایت منکسر المزاج، سادگی پسند، حق گو و حق پرست اور متقی انسان ہیں۔ عمر گراں مایہ، درس و تدریس، اصلاح عقائد، رتبہ عت اور عبادت میں صرف کی۔ ہمیشہ دل میں یہی خواہش موجود رہی کہ مخلوق خدا صراطِ مستقیم پر گامزن ہو کہ خالق حقیقی کی سچی بندگی اختیار کریں۔

اولاد | مولانا احمد عظیم صاحب اس لحاظ سے بھی بڑے خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے علم دین کے دولت بے بدل کے ساتھ ساتھ نیک اولاد کی نعمت عظمیٰ سے بھی سرفراز فرمایا۔ آپ کے چار صاحب زادے ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں :-

مولوی غلام قادر صاحب - مولوی عبداللہ صاحب - محمد طیب صاحب بی بی ایدہ سے وی آئی ایس باجوڑ کھنسی اور محمد صالح صاحب۔

آپ کے چند مشہور شاگردوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مولانا محمد شعیب صاحب کوٹلی (باجوڑ) فاضل دارالعلوم حقانیہ۔ مرزا محمد کلاب صاحب موضع ترخو۔ باجوڑ
قاضی عبید اللہ صاحب خلوزو۔ باجوڑ۔ مولوی عبدالکیم صاحب کوٹلی۔ باجوڑ۔ مولانا عبدالرحمن مرحوم۔ مولوی عبید اللہ ساکن ساگے۔ اتان زئی۔ مولوی بیات خان مرحوم۔ ٹونڈو مولوی صاحب کمانگرو۔ مولوی سیف الرحمن بانڈہ (باجوڑ)۔

مؤتمر المصنفین کی پہلی پیش کش

دعواتِ حق (جلد اول)

از: شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ العالی

خطباتِ عظمیٰ اور ارشاداتِ عظیم اثنان مجموعہ علم و حکمت کا گنجینہ جسے ہر لحاظ قومی و ملی پر سیر اور اہل علم خطبات اور تعلیم یافتہ طبقے نے ہاتھوں لے کر لیا۔ دین شریعت اخلاق و معاشرت، علم و عمل عروج و زوال نبوت و رسالت شریعت و طریقت کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے عام فہم اور درو و سوز میں ڈوبے ہوئے انداز نگاہ کی ہے۔ دلوں میں اتارنے والی اور ایمانی و اصلاحی انقلاب پیدا کرنے والی ایسا آفریں ہے، عید بت عطا، بہترین جلد، صفحات ۶۷۵، قیمت ۴۵/-

✽ مؤتمر المصنفین : دارالعلوم حقانیہ اکوڑ چک پور

بلند ہمت جوانوں کی پسند اُجالا ڈیئم اور صدف شریٹنگ

مضبوط و دیرپا اُجالا واش اینڈ ویر ڈیئم
نوشمارنگوں میں کیجیے۔
صدف شریٹنگ بہت سے نئے رنگوں میں
دستیاب ہے۔
زندہ دل جوانوں کا ذوق زیبائش
آج بکے دم سے رونق اور چہل پہل ہے۔



از امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ

ابوالکلامیات

”ترجمان القرآن“ مولانا ابوالکلام آزادؒ کا مطالعہ کر رہا تھا کہ دل نے چاہا کہ یہ اقتباس آپ کی خدمت میں ارسال کر دوں۔ اگر مناسب سمجھیں تو ”الحق“ میں شائع فرمادیں۔ اسلامی قوانین کی تدوین کی حاضریہ کو کاوش میں شاید مہینہ کا کام دے سکے۔

(ڈاکٹر شبیر سہادر خان صاحب پٹی)

سورہ توبہ کی تفسیر میں زیر عنوان ”شرح النجاشہ“ میں دونوں تفسیریں فرماتے ہیں۔
سادہ سادہ۔ دینی پیشوا، اچھے انسان ہونے کی جگہ بے پناہ دیوتا بن گئے۔ اور ان کی ساری باتوں نے تقدیس کا جامہ پہن لیا کیونکہ جب انہیں اپنے پیروؤں کے لئے حکم و تشریح کی غیر مشروط طاقت مل گئی۔ ایک قلم غیر مسئول ہو گئے تو پھر نفس انسانی کی شہواتیں ان سے جو کچھ بھی کر لیں کم ہے۔

یورپ کے اس عہد کی تاریخ پر نظر ڈالو جسے مورخ ازمنہ وسطی کے نام سے پکارتے ہیں بلکہ اس عہد کی بھی جو نشاۃ ثانیہ کے نام سے مشہور ہے۔ تمہیں ان نتائج کی ساری نظریں اور مثالیں قدم قدم پر ملنے لگیں گی۔ صرف پوپ کے منصب کی نسبتاً نسل تاریخ میں دیکھ لی جائے۔ اس کے لئے کفایت کرے گی۔

قرآن نے جس وقت یہ صلا بلند کی عیسائی دنیا طیارہ نہ تھی کہ اس کا جواب دیتی۔ بالآخر اس سے اعراض نہ کر سکی اس وقت تو قرآن کی اس دعوت حق کو عیسائیوں نے نہیں سمجھا لیکن یہ تحم یہ یزیہ برگ و بار لائے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ صلیبی لڑائیوں میں جب یورپ کے عیسائیوں کو مسلمانوں سے ملنے اور اسلام کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تو اس کے اثرات کام کرنے لگے۔ اور بالآخر یورپ نے اصلاح کینسہ کی دعوت بلند کی۔ گو تفرقہ اور کلیسا میں بنیاد نزاع یہ تھی کہ حق کا معیار کیا ہے؟ کتاب اللہ یا پوپ کا اجتہاد؟ اور خدا کی کتاب اس لئے ہے کہ پڑھی جائے اور سمجھی جائے یا اس لئے کہ سب کچھ پوپ پر چھوڑ دیا جائے؟ نزاع کی ابتداء نجات کے مسئلے سے ہوئی تھی یعنی نجات کا دار و مدار ایمان پر ہے یا پوپ کی ستم مغفرت پر؟ ظاہر ہے کہ یہ حرف بہ حرف اسی صدارت برحق کی بازگشت تھی

کہ آئندہ اعتبار ہم و رہبانہم اور بابائے من دون اللہ۔
 آج یہ واقعہ دنیا کے تاریخی حقائق میں سے سمجھا جاتا ہے کہ یورپ کی تمام ذہنی اور فکری ترقیوں کا دور اصلاح
 کنیسہ کی دعوت سے شروع ہوا۔ یہ سچ ہے۔ لیکن اسی طرح یہ بھی سچ ہے کہ اصلاح کنیسہ کی بنیاد اس دن پڑی تھی
 جس دن اللہ کے رسول نے بحران کے بشارت کو یہ دعوت تھی

یا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم اولا نعبد الا الله ولا نشرك به
 شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله (۳: ۶۴) اور پھر اس دن جس دن سورہ برات کی
 یہ آیت نازل ہوئی دفٹ نوٹ۔ بوٹھر پر یورپ کی طرف سے جو الزام لگائے گئے تھے۔ ان میں ایک الزام یہ بھی تھا کہ
 وہ اسلام کا پیرو ہو گیا ہے اور یہ قرآن کے مطالعہ سے اس کی یہ گمراہی پیدا ہوئی۔ ایڈورڈ مسٹری آف دی رفاہم۔
 باب سوم

اگر چھٹی صدی کے عیسائی جہل و تعصب نے اس دعوت سے انکار نہ کیا ہوتا تو دنیا تمام تاریک صدیاں
 ظہور میں نہ آتیں جن کی وحشت انگیز سرگزشتیں تاریخ کو قلم بند کرنی پڑیں۔ اور ازمنہ مظالم کے نام سے پکاری
 گئیں۔ اور یقیناً یورپ کے علم و عقلیت کی تاریخ چودہویں صدی کی جگہ ساتویں صدی سے شروع ہو جاتی۔
 یہ سرگزشت تو عیسائی دنیا کی ہے۔ جسے اس دعوت حق نے مخاطب کیا تھا۔ لیکن خود مسلمانوں کا کیا حال
 ہوا جنہیں اس دعوت کی تبلیغ سپرد کی گئی تھی؟ افسوس کہ وہ خود بھی اس گمراہی سے بچ نہ سکے اور انہوں نے
 تشریع دینی کا حق کتاب و سنت کی جگہ انسانوں کی باتوں کے حوالے کر دیا۔ اعتقاد انہیں عملاً۔ اور سوال یہاں
 عمل ہی کا ہے۔ نہ کہ اعتقاد کا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تمام مفاسد ظہور میں آ گئے جن کا وہ واژہ قرآن نے بند کرنا چاہا تھا اور
 سب سے بڑا فساد یہ پیدا ہوا کہ صدیوں نے ان کی عقلی ترقی کی یک قلم رک گئی۔ اور تقلید نے علم و بصیرت کی راسوں
 سے ان کو دور کر دیا۔ حتیٰ کہ اب معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ ایک طرف مسلمانوں کی معاشرتی و اجتماعی زندگی
 ہو رہی ہے کیونکہ اس کی ضرورتوں کے مطابق احکام فقہ نہیں ملتے اور شریعت فقہ کے مذاہب مدونہ ہی
 میں منحصر سمجھ لیا گیا ہے۔

دوسری طرف تمام اسلامی حکومتوں نے قوانین شرع پر عملدرآمد ترک کر دیے اور اس کی جگہ یورپ کے دیوانی
 و فوجداری قوانین اختیار کر لئے گئے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ دفاتر فقہ و فقہ کے انتظامی و معاشرتی مقتضیات
 کا ساتھ نہیں دے سکتے اور کوئی نہیں جو انہیں یہ بتائے کہ اللہ کی شریعت کا دامن اس شخص سے پاک ہے۔ اور
 اگر وہ کتاب و سنت کی طرف رجوع کرتے تو انہیں اس زمانے کے لئے بھی ایسے ہی اصلاح و اذیت قوانین مل
 جاتے جس طرح چھپے عہدوں کے لئے مل چکے ہیں۔ فیا ذلک و للمسلمین من هذه الفاقة التي هي اعظم
 فواقع الدين و الزميتها التي فادى بها سبيل المؤمنين۔

افکار و اخبار

قارئین سے

- ☆ مکتوب پیرس ڈاکٹر حمید اللہ صاحب فرانس
- ☆ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ کی تازہ شرائط
- ☆ عیسائی مشنریوں کی ارتدادی سرگرمیاں
- ☆ روایات

غزق فرعون | پیرس ۵ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ - مخدوم و محترم زاد فیضکم
اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! یہ دیکھ کر حقیقتی مسرت ہوتی ہے کہ الحمد للہ "الحق" کا علمی معیار روز بروز بلند
بلند تر ہوتا جا رہا ہے۔ اور اس میں ناظرین کے ہر طبقے کے لئے کچھ نہ کچھ دلچسپی کی چیزیں مل جاتی ہیں۔
فرعون کے مقام غرقابی کے متعلق جواب ہی نہیں جواب الجواب بھی ہو چکا ہے۔ اگر آپ کے اصول اجازت دیتے ہیں تو
دو ایک لفظ مزید عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا۔

محترم ایڈیٹر کیٹ صاحب نے قرآن مجید کی وہ ساری آیتیں نقل فرمائیں جن میں فرعون کے ڈوب مرنے کا ذکر ہے۔
لیکن کیا انہوں نے غور فرمایا کہ ان میں سے کسی میں بھی یہ نہیں کہ سمندر نے فرعون کی لاش کو سائل پر پھینکا۔ یہ دعویٰ ہے
جس کا ثبوت چاہئے۔

ممدوح نے آیات کے نقل کرنے میں سورہ طہ سے سکوت برتا ہے جس کی طرف میں نے اشارہ کیا تھا کہ
۱. فاخذ فیہ فی الیم راسے موسیٰ کی ماں اس بچے کو "یم" میں پھینک دے۔ سورہ ۲۰۔ آیت ۳۹۔ (۲) اور فغشیہم
من الیم ما غشیہم فرعون اور اس کی فوجوں کو "یم" نے جیسا ڈھانکا تھا ڈھانک لیا، سورہ ۲۰۔ آیت ۶۸
ایک ہی لفظ "یم" دونوں جگہ ہے۔ کیا حضرت موسیٰ کو ان کی ماں نے بحرِ حمر میں پھینکا تھا؟
شاید الحق کے ناظرین کو یہ معلوم کر کے دلچسپی ہوگی۔ عبرانی تورات میں بھی دونوں جگہ "سوپ یام" کا لفظ ہے۔
یام وہی لفظ ہے جو عربی میں "یم" بن گیا ہے۔ جب تورات کا عبرانی سے "روح القدس کی نگرانی میں اولیاء اللہ نے لاطینی
میں ترجمہ کیا" جیسا کہ مختلف عیسائی عقیدہ سے متواتر انہوں نے فرعون کے سلسلے میں سوپ یام یعنی بحرِ القصب دگنے
کے جیسی بڑی گھاس کے پانی کی جگہ "بحرِ حمر" استعمال کیا۔ اب جدید ترجموں میں، نیز قدیم پرائسٹنٹ تراجم میں بحرِ القصب
ہی ترجمہ ہوا ہے۔ حقیر و ہال۔ محمد حمید اللہ

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں | عام شرط۔ ایمیدار مسلم اور اچھے اخلاق کا ہو * جامعہ اسلامیہ کے تمام
داخلہ کی تازہ شرائط اصول و ضوابط اور دین حنیف پر کام بند ہو۔

کالج کے داخلہ کی شروط | امیدوار کی عمر دوران داخلہ ۲۲ سال سے زیادہ نہ ہو۔ امیدوار کی بنیادی تعلیم میٹرک تک ہو۔ کلیۃ القرآن میں داخلہ کے لئے اوپر والی شروط کے علاوہ حافظ قرآن ہونا ضروری ہے۔ معاہدہ کے داخلہ کی شروط | معہذ ثانوی کے لئے امیدوار کی عمر ۱۵ سال تک ہو۔ معہذ متوسط کے لئے

امیدوار کی عمر ۱۵ سال تک ہو۔ امیدوار قرآن کریم ناظرہ پڑھنا جانتا ہو۔

علمی سندات داخلہ کے لئے لازمی طور پر جامعہ کو ارسال کرنی ہیں۔

* آخری سال کی تعلیمی سند * نمبروں کی تفصیل کا سرٹیفکیٹ

* کیریئر سرٹیفکیٹ * عمر کا سرٹیفکیٹ

* بلتی معائنہ کا سرٹیفکیٹ * مکمل نام مع ولایت

* پاسپورٹ سائز کی تین ذاتی تصاویر سائز ۲ + ۱

نوٹ: تمام سندات دسترسٹیفکیٹس جن کی تفصیل اوپر گزری چکی ہے۔ ان تمام کو وزارت خارجہ پاکستان اور پاکستان میں سعودی سفارت خانہ سے یا ضابطہ تصدیق اور عربی ترجمہ کے بعد نائب رئیس جامعہ مدینہ منورہ کے نام ارسال آخر شعبان ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۱ جون ۱۹۸۳ء تک ارسال کرنی ہیں۔ اس کے بعد کاغذات کی جانچ پڑتال کے بعد جامعہ کی سینٹ امیدواروں کے داخلہ پر غور کرے گی۔

ضروری: امیدوار طالب علم کا سلسلہ تعلیم دو سال سے زیادہ منقطع نہ ہو ورنہ درخواست پر غور نہیں کیا جائے گا۔ گذشتہ سال سے غیر ملکی طلبہ کے لئے کوٹہ کی حد کم کر دی گئی ہے۔ امسال پاکستان کے لئے صرف پندرہ نشستیں مخصوص کی گئی ہیں۔ ڈاکٹر رانا محمد اسحاق، ص۔ ب۔ ۵۸۵ - مدینہ منورہ

عیسائی مشنریوں کی ارتدادی سرگرمیاں | ۲ جنوری ۱۹۸۳ء اختیار نوائے وقت کے کالم مش کی ڈائری کی

فوٹو کاپی ارسال خدمت ہے۔ اس میں آپ بھی یہ خبر بے انتہاد کھ اور افسوس کے ساتھ پڑھیں گے کہ پاکستان میں صرف ایک سال ۱۹۵۸ء میں اڑھائی لاکھ مسلمان عیسائی ہوئے۔ انا للہ الخ اگر عیسائی مشنری اسی طرح مسلمانوں کو عیسائی بناتی رہی تو ہمارا حشر کیا ہو گا۔ اسی طرح مرزائی اور پرویزی منکرین حدیث مسلمانوں کا ایمان لوٹ رہے ہیں۔ اور ہم بالکل بے خبرئیں سے مس نہیں ہوتے بلکہ آپس کے فروعی اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ براہ اللہ آپس میں اتحاد و اتفاق کی کوشش فرمائیں۔ عوام اور حکومت کو حالات سے باخبر رکھیں اور حکومت سے پرزور مطالبہ کریں کہ ملک پاکستان میں تمام مشنری سکول بند کئے جائیں اگر یہ سکول بند نہ ہوئے تو انجام آپ کے سامنے آ رہا ہے۔ اسی طرح غیر مسلموں کی تبلیغ و تحریک پر مکمل پابندی عائد کی جائے۔ اور تمام غیر مسلموں کے تبلیغی رسالے بند کئے جائیں۔ اگر خدا نخواستہ حکومت کسی وجہ سے مشنری سکول ضرور قائم رکھنا چاہے تو کسی بھی شہر میں ایک سے زائد مشنری سکول نہ ہو اور اس میں کسی بھی مسلمان بچے کا داخلہ قانوناً جرم قرار دیا جائے۔

محمد داؤد - جامع مسجد عثمانیہ فیروز والا روڈ، گوجرانوالہ

ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی

تہذیب مغرب کے علمبردار

انسان یا درندے

یورپ اور امریکہ میں بسنے والی سفید قوم کو اصرار ہے کہ ان کو انسانیت کا ہمدرد اور انسانوں کا غم خواہ سمجھا جائے انسان تو انسان ہیں۔ ان نرم دل، نرم خواہ اور شریف النفس افراد کو ان جانوروں پر بھی رحم آتا ہے جن پر زیادتی کی جائے ایک بین الاقوامی تنظیم انہوں نے اسی نام پر قائم کی ہے کہ کوئی بے زبان جانوروں کو گزند نہ پہنچائے۔

۱۹۶۷ء میں جب روس نے خلا میں مصنوعی چاند کا تجربہ کیا۔ اس میں یہ تجربہ کرنے کے لئے کہ جاندار مخلوق کتنی دیر زندہ رہ سکتی ہے ایک گنیا پہلے بھیجی تھی جس کا نام انہوں نے لائک رکھا تھا مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اسی حقوق حیوان کی تنظیم کی طرف سے سخت احتجاج کیا گیا تھا۔

اسلام سے ان رحم دل افراد کو اسی لئے نفرت ہے کہ یہ اس کے پیر و اس زمانہ میں بھی امن و امان قائم رکھنے کے لئے چور کا ہاتھ کاٹنا حکم خداوندی سمجھتے ہیں۔ نسل انسانی کو مسخ کرنے والے جرائم (زنا) پر حد جاری کرنے کو کہتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ قاتل کو قتل کر دو۔ اس سے دوسرے بے گناہ افراد کی جان بچے گی۔ اور ہزاروں کو پر امن زندگی گزارنے کا موقع ملے گا۔ یورپ اور امریکہ کی ان سفید قوم کے پیچھے پیچھے آگے آگے مشرقی ممالک کے یہودی بھی ہیں۔

پیچھے پیچھے اس لئے کہ اقتدار رکھنے والے حکمرانوں کے یہ دکیل اور ایجنٹ ہیں۔ اور آگے آگے اس لئے کہ پروپیگنڈہ کے وسائل ان کی تحویل میں ہیں۔ ان کو ایک شو مشن مل جائے پھر دیکھئے اس کے کتنے دفتر کے دفتر تیار کر دینے ہیں۔ اگر ایک رانی مل جائے تو اس سے پرستائیں اور کچھ نہ ملے جب بھی یہ اتنے چابک دست ہیں کہ روشنی کے مینارے کو کال کو ٹھہری ثابت کر سکتے ہیں۔ جگہ گانے والے سورج کو اپنے دل سے زیادہ تاریک دکھا سکتے ہیں۔

آئیے ذرا قریب آکر ان کی رصدہ کی حقیقت کا ایک ہلکا اور سرسری جائزہ لیا جائے۔ ان کے چہرے پر جو تہذیب و ثقافت کی گہری نقاب پڑی ہے ذرا تاریخ کی انگلیوں سے اسے سرکائیے اور دیکھئے کہ یہ رحم دل، رحم پرور اور رحم کے قاری کون ہیں۔

یہ ۱۹۱۹ء کا واقعہ ہے۔ راوی لکھتا ہے۔ راوی بھی کون؟ میرا نہیں۔ ان کا اور خاص انخاص ان کا۔ ان کی گودوں کا ہی پلا ہے۔

ابراہام لنکن (امریکہ کا صدر جس کو ۱۸۶۵ء میں کسی نے ہلاک کر دیا تھا) کا سوارنگ ننگار مسٹر پرکاشی جارج۔
بلجیم کے بحری بیڑے کا ایک جہاز جس وقت جیمس ٹاؤن کے سائل پر ننگر انداز ہوا تو معلوم ہوا کہ جہاز کے
لئے رسد و خوداک کا سامان ختم ہو چکا ہے۔ کپتانوں کے لئے شراب کی بوتلیں بھی نہیں ہیں۔ دوسری طرف زرمبادلہ کی
کوئی چیز ان کے پاس نہیں ہے۔ اہل شہر سے جا کر جہاز رانوں نے کہا کہ تم لوگ یہیں شراب فراہم کر دو ورنہ اس کے
بدلے تمہیں ایک کارآمد چیز دیں گے۔

یہ کارآمد مال افریقہ کے سیاہ فام انسان تھے جنہیں سر سے لے کر پاؤں تک بوسے کی جالیوں میں جاکر رکھا تھا
جس انسان کی وجود کا سودا ہوا۔ جہاز کے عملے کو چند بوتلیں شراب کی مل گئیں۔ یہ امریکہ میں غلاموں کی خرید و فروخت
کی ابتداء تھی۔ انیسویں صدی کے وسط تک اس صنعت کو جو ترقی ہوئی ان کا حال راوی لکھتا ہے:-

”افریقہ کے براعظم سے مرد و عورتیں اور بچے اس طرح لئے جاتے جس طرح جنگلوں سے بھیڑ
اور لومڑیاں لائی جاتی ہیں۔ ان پر طب کے تجربات کئے جاتے تھے۔ ایک تندرست اور زندہ انسان کا
گردہ کیسا ہوتا ہے۔ یہ دیکھنا ہوتا تو ایک افریقی کو کھڑے کھڑے چیر دیا جاتا۔
ضرورت پڑی تو سمندر سے گھریال کو زندہ پکڑنے کے لئے بحری شکار کے کانٹے میں افریقی
انسان کا نوزائیدہ بچہ زندہ حالت میں پھنسا کر سمندر میں ڈال دیا جاتا۔ جس سے اچھی قسم کی مچھلیاں اور
گھریال شکار ہوتے۔

کاغذ کی جگہ انسان کی کھال کو استعمال کیا جائے تو کیسا رہے گا۔ یہ بات ذہن میں آتے ہی چند
افریقی باشندوں کی کھال کھینچ لی گئی اور خشک کر کے ان پر دستاویز لکھی گئیں جو آج بھی ہاردرڈ
یونیورسٹی کی بلیک لائبریری میں موجود ہیں۔

زہر کے اثرات انسانی جسم پر کس طرح مرتب ہوتے ہیں۔ کس نے ہر سے کتنی دیر میں آدمی مرتا ہے
اس کا تجربہ ابھی افریقی غلاموں پر کیا گیا۔

سانپ کتنی قسم کے ہیں اور کس سانپ کے کاٹے کا علاج ہے اور کس کا نہیں اس کا تجربہ
بارہا ان ہی سیاہ فام انسانوں پر کیا جاتا رہا۔

یہ تو افریقہ کے براعظم سے پکڑے ہوئے انسانوں پر ”رحم دل“ اقوام کا بننا و بھنا۔ اور صدی ڈیڑھ صدی
پہلے کی کہانی ہے۔ اس صدی کے شروع میں جب دانشوران فرنگ ملا۔ سومطرہ (موجودہ ماییزیا) پر حاکم تھے
اس قوم کی دولت خام ربڑ پر قائم تھی۔ ان میں اگر کوئی شخص (اپنی قوم کی ملکیت میں سے) ربڑ چیر لیتا تو اس کی سزا
موت تھی۔ یہاں تک کہ صرف دو گرام ربڑ کے لئے اہل وطن کو سرعام پھانسی دی گئی ہے۔

اور آخر میں ان کے آگے آگے چلنے والے اور پیچھے پیچھے بھاگنے والے یہودی رحم دلوں کا حال سنئے۔
 ۱۹۳۸ء میں صیفا کے فوجی اڈے پر یہودی جرنلس اور کیپٹنس جمع ہیں۔ شراب اور جوئے
 کا دور چل رہا ہے۔ ایک منجلیہ جرنیل کو ایک انوکھی تفریح اور نئے قسم کے جوئے کی سوجھتی ہے
 عرب قیدیوں میں سے تین حاملہ عورتیں لائی جاتی ہیں۔ فوجی حکام شرط لگاتے ہیں۔
 ایک کہتا ہے اس عورت کے شکم میں جو بچہ ہے وہ مرے گا۔
 دوسرا کہتا ہے نہیں مرے گا۔

اچھا شرط ہو جائے پانچ پانچ ڈالر کی۔ سنگین کی نوک سے اس کا پیٹ پیرا جاتا ہے
 شرط جیتنے والا پانچ لیتا ہے۔ قہقہہ گونجتا ہے۔ پھر دوسری عورت لائی جاتی ہے اس کے
 ساتھ بھی یہی سلوک کیا جاتا ہے۔ تیسری عورت جب لائی جاتی ہے تو یہ بہادر جرنیل فرطے ہیں
 ابھی اس کا بچہ اتنا تیار نہیں ہوا کہ نہ اور مادہ کا پتہ چل سکے۔ دوسرے صاحب فرماتے ہیں تو
 اسی پر شرط ہو جائے کہ اس نو عمر لڑکی حمل کتنا پرورش پا چکا ہے۔

شاید ان تصویروں کے بعد انسانوں کے غم خوار اور انسانیت کے بھرد اور جانوروں پر رحم کھانے والے افراد کا
 اصلی روپ پہچاننے میں آپ کو دیر نہیں لگی ہو گی۔ ان کے یہ حلقے دیکھئے اور ان کی جرات دیکھئے کہ اسلام کے نظام
 قصاص پر معترض ہیں۔ کہتے ہیں کہ اسلام نے غلام نہیں غلامی کی پرورش کی INSTITUTION کو باقی رکھا
 لہذا بڑا ظالم مذہب ہے۔

ہاں کتنا ظالم! جو غلام اور آقا کے لئے ایک ہی لفظ "مولیٰ" تجویز کرے! کتنا ظالم! کہ جس کا خلیفہ اور امیر
 (عمر فاروقؓ) بلال حبشیؓ کو "سیدنا" کہہ کر مخاطب کرے۔ کتنا ظالم! کہ عبادت میں غلام و آقا کو شتانہ بستانہ کھڑے ہونے
 کا حکم دے۔ کتنا ظالم! کہ غلام بنانے کے تمام راستے (سوائے جہاد کے) مسدود کر دے۔ اور آزاد کرنے کے ان گنت
 طریقے سکھائے۔

بھلا اس کا مقابلہ ان سترھویں صدی اور بیسویں صدی کے مہذب مذاہب سے کیا جاسکتا ہے؟

★ اللہ تعالیٰ کے لائق تہا ہی احسانات۔ معزز حضرات۔ بڑی خصلتوں کو چھوڑو اور اللہ کا ذکر کرو۔ اللہ تعالیٰ کو یاد
 کرو۔ سب بڑا احسان اللہ تعالیٰ کا ہمارے اوپر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو انسان بنایا وہ چاہتا تو گدھا، کتا، بلی، چوہا بنا
 دیتا۔ مگر اس نے ہمارے تمہارے روح پر فضل کیا اور ہمیں انسان بنایا جو اشرف المخلوقات ہے۔

حاصل مطالعہ

ابن الغفر (حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو) عیاض بن غنم عامل مصر کی نسبت شکایت پہنچی کہ وہ باریک کپڑے پہنتے ہیں اور ان کے دروازہ پر دربان مقرر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ کو تحقیقات پر مامور کیا۔ محمد بن مسلمہ نے مصر پہنچ کر دیکھا تو واقعی دروازے پر دربان تھا۔ اور عیاض باریک کپڑے پہنے تھے۔ اسی سبب سے اور لباس سمجھ لے کر مدینہ آئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کا باریک لباس اتروا دیا اور بالوں کا کڑتہ پہنا کر جنگل میں بکریاں چرانے کا حکم دیا۔ عیاض کو انکار کی مجال نہ تھی۔ مگر بار بار کہتے تھے کہ اس سے تو مر جانا بہتر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تمہارا آبائی پیشیہ ہے اس میں عار کیوں ہے؟

شاہ معین الدین ندوی خلیفہ راشدین ص ۱۳۲

سائنس اور مذہب کی حدود | الحاصل جب سائنس کا سارا زور مشاہدات اور محسوسات پر ختم ہو جاتا ہے تو خود اندازہ کرو کہ جن سوالات پر مذہب کی بنیاد قائم ہے۔ مثلاً عالم کا نقطہ آغاز کیا ہے۔ جیسا کہ ہکسل نے کہا تھا کہ سائنس کا قدم آغاز اشیا کی جانب چند قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ تو پھر آخری نقطہ تک اس کی رسائی کیوں کر ہو سکتی ہے۔ پس سچ یہ ہے کہ سائنس جہاں اپنی تحقیقات ختم کر دیتی ہے مذہب وہیں سے اپنا درس شروع کرتا ہے۔ سائنس صرف عالم شہادت (عالم محسوس کے چند واقعات محسوسہ کو کلیات کی شکل میں پیش کر کے اپنے بازو ڈال دیتی ہے۔ محسوسات کے آگے قدم رکھتے ہی اس پر ریشہ طاری ہو جاتا ہے۔ وہ کچھ نہیں کہہ سکتی کہ آگے کیا ہے؟ اور مذہب انسان کا کہیں سے ہاتھ پکڑتا ہے۔ اور غیب (عالم غیر محسوس) کے سارے اسرار کو اس کے سامنے بے نقاب کرتا چلا جاتا ہے۔ سائنس کچھ نہیں بتا سکتی کہ دنیا کی ابتدا کیونکر ہوئی؟ مذہب آتا ہے اور اس حقیقت سے پردہ اٹھاتا ہے۔ انسان مرنے کے بعد کہاں جاتا ہے؟ اور اس پر کیا گذرتی ہے۔ سائنس اس کے جواب سے قاصر ہے اور مذہب اس کی تفصیل پیش کرتا ہے۔ دنیا کا آخری انجام کیا ہوگا؟ سائنس متحیر ہے۔ کہ اس کا کیا جواب دے۔ مذہب آتا ہے اور اس حیرت کو مٹا دیتا ہے۔

(مولانا مناظر حسن گیلانی، الدین القیم ص ۲۶)

بصدخون برابر است | ایک دفعہ دربار جہانگیری میں امیر الامراء کا یہ شعر پڑھا گیا

بلڈریج از سرماکشتگان عشق یک زندہ کردن تو بعد خوں برابر است
جہانگیر کے اشارے پر سب نے اس پر غزلیں لکھیں۔ جہانگیر نے ملا احمد مہرکن کا شعر پسند کیا۔ چنانچہ یہ تمام
واقعہ خود تریک میں لکھا ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔

”بتقریب اس بیت امیر الامرا خواندہ شد ع بلڈریج از سرماکشتگان عشق
چوں طبع من موزون است گاہے باختیار و گاہے بے اختیار مصرعے و رباعی یا بیتے در خاطر مہر میرزا
اس بیت پر زبان گذشت۔

از من متاثر رخ کہ بے تو نیم یک نفس یک دل شکستن تو بعد خوں برابر است
چوں خواندہ شد بہر کس کہ طبع نظم داشت دریں زمین بیتے گفتہ گزرا نیند علی احمد مہرکن کہ احوال او پیش ازین
گذشت بدینہ گفتہ بود۔

اے محاسب ز گریہ پیر مغاں بترس یک خم شکستن تو بعد خوں برابر است
مولانا شبلی نعمانی شعر العجم ج ۳۰ ص ۵۸
راقم نے بھی اس شعر پر تک بندی کی ہے بطور ادبی طیفہ کے یہاں نقل کرنا بے جا نہ ہوگا۔
گلچیں بترس ز آہ خندیب ناتواں یک گل شکستن تو بعد خوں برابر است

اسلام اور قرآن | اسلام علیم وخبیر اور سمیع و بصیر رب العلیین جل ذکرہ کی طرف سے نازل کردہ دین ہے۔ چند حکما
و عقلا کی ذہنی ادراک کا نتیجہ نہیں۔ نہ قانون ساز اداروں یا قوم کے چند نمائندوں کی دماغی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ یہ اس
علیم وخبیر کی قدرت کاملہ اور رحمت شاملہ کا ظہور ہے۔ جو ہر دور ہر زمانہ ہر قوم اور ہر ملک کے انسانوں کا خالق ہے
جو پوری انسانیت کی حقیقی امراض سے باخبر اس کی واقعی ضروریات سے واقف اور اس کی دقیق نفسیات کا راز دان ہے۔
قرآن اگرچہ جدید اصطلاح میں دستور یا قانون کی کتاب نہیں ہے۔ جسے عنوانات پر مرتب کیا گیا ہو۔ لیکن اس میں
انسانیت کے تمام ہمہ گیر مسائل کی طرف اصولی اشارات دئے گئے ہیں جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ
اور سیرت طیبہ میں متشکل ہو کر سامنے آئے ہیں۔ خلافت راشدہ کی تشریحات اور فقہا امت کی تنقیحات کے بعد وہ
ایسا کامل و مکمل دستور ہے۔ کہ دنیا کا کوئی دستور نہ اس کی ہمسری کر سکا ہے نہ کر سکے گا۔ سید محمد یوسف بنوری۔ بیانات

دو ٹوک فیصلہ | آج ہمیں دو ٹوک فیصلہ کر لینا چاہئے۔ اگر ہمیں ایک باجمیت باغیرت باضمیر اور بامقصد قوم
کی حیثیت سے زندہ رہنا ہے۔ ملک کو داخلی سازشوں اور اسٹعماری یورشوں سے بچانا ہے۔ تو ہمیں نئے عزم
نئے یقین پورے اخلاص و امانتداری سے اسلام قبول کرنا اور اسے زندگی کے تمام شعبوں میں نافذ کرنے کا نئے
مرے سے عہد کرنا ہوگا۔ ورنہ اگر ہماری بد عملی نفاق و دزدی اور سیاست کا رنگ ڈھنگ یہی رہا تو ہمیں اس سے

بھی زیادہ خطرات پیش آ سکتے ہیں (حوالہ بالا)

حاصل ہر سعی | ہم طلب و کوشش کے مکلف ہیں۔ وصول کے نہیں۔ اس لئے سالک کے لئے ہمت کر کے کوشش کر لینا ہی کافی ہے۔ اس راستے میں ہر قدم راہ بھی ہے اور منزل بھی۔ ذریعہ بھی ہے اور مقصد بھی۔ یعنی اپنی ہمت و کوشش سے رضائے الہی کی جستجو میں لگا رہے۔ اور اس راستے میں جتنی گھاٹیاں آئیں گی۔ وہ وصول کا ہی حکم رکھیں گی۔ کیونکہ سالک کا کام صرف محنت اور جستجو ہے۔ حضرت والا (سید سلیمان ندویؒ) فرماتے ہیں۔

جدوجہد ہر میں ہے ذوق شوق و لطف و دید حاصل ہر سعی میری سعی لا حاصل میں ہے
منزل مقصود ہے راہ طلب کا ہر قدم وہ منزل ہے جو اب تک رہ منزل میں ہے

مولانا محمد اشرف خان صاحب سلوک سلیمانی ص ۱۲۶

نئے دور کا چیلنج اور اسلام | یہاں ہم اتنا مزید عرض کئے دیتے ہیں کہ اس وقت مادیت اور ظاہر پرستی کے چیلنج کو صرف اسلام ہی قبول کر سکتا ہے۔ جس میں طلب معاش حصول رزق اور کسب حلال کی گنجائش تو ہے۔ مگر خدا فرشتی کی نہیں۔ جہاں بنانی اور جہاں گیری ہے مگر ظلم و استبداد نہیں حصول منفعت کا حق ہے مگر حق تلفی اور خود غرضی کا نہیں۔ دشمن سے مقابلہ ہے مگر عیاری نہیں۔ دنیا ہے مگر دین سے بغاوت نہیں۔ رہبانیت ہے مگر رہبانیت نہیں۔ علم و معرفت ہے مگر جمود و تعصب نہیں۔ نعمتوں اور لذتوں سے لطف اندوزی ہے مگر اباحت اور انار کی نہیں۔ عیسائیت تو اس وقت دم توڑ چکی تھی جب کہ خدا نے انسانی ہدایت کے لئے آخری روشنی بھیجی۔ قرون وسطی کا غیر متدین اور بیسویں صدی کا ترقی یافتہ یورپ تو علم و تحقیق کے نام پر کتب مقدسہ میں الحاق و تحریف اور دشمن فطرت خود ساختہ مسیحی اصول کے ذریعہ اس تابوت میں آخری کیل ٹھونک چکا ہے۔ مسیحیت، دین و مذہب اور علم اور معرفت کے ہر معرکہ میں شکست کھا چکی ہے۔ تو مادیت کے میدان میں کیا سنبھل سکے گی؟

عصر حاضر کی انسانیت آج جس خلا کا شکار ہے یہ خلا صرف اور صرف اسلام ہی سے پُر ہو سکتا ہے کہ موجودہ بے چینی، اضطراب، درد و تڑپ پریشانی اور تشنگی کا مداوا صرف اسلام ہی ہے۔

(مولانا سمیع الحق۔ اسلام اور عصر حاضر صفحہ ۳۶)

مولانا عبد القیوم حقانی

دارالعلوم شب و روز

حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب کا انتقال | ۶ جنوری بروز جمعرات دارالعلوم حقانیہ کے استاذ حدیث اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے قدیم رفیق مولانا عبد الحلیم صاحب زردبومی کا انتقال ہوا جس کی تفصیل پچھلے پرچہ کے ادارہ میں آچکی ہے۔ ان کی وفات کی خبر دارالعلوم حقانیہ اور پورے علاقہ میں بجلی کی طرح پھیل گئی۔ دارالعلوم حقانیہ سے اساتذہ اور طلباء بسول اور کاروں کے ذریعہ زردبوی تحصیل صوابی روانہ ہوئے۔ دور دراز سے ہزاروں عقیدت مند اہل علم و فضل، متعلقین اور عام مسلمانوں کا ایک سیلاب تھا جو اس گاؤں کی جانب اُڑ پڑا۔ نماز جنازہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے پڑھائی۔ اور بعد از نماز مرحوم کے مناقب علمی انہماک اور پاکیزہ زندگی اور ان کی دولہ انگیز جرات و شجاعت کو خراج تحسین پیش کیا۔

تدفین کے بعد جناب مدیر الحق نے اپنے خطاب میں حضرت صدر صاحب مرحوم کی دارالعلوم سے تازہ نیست و بستگی کو سراہا۔ اور سپہاندگان کو صبر کی تلقین کی۔ دوسرے روز دارالعلوم کے دارالحدیث میں ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، دارالعلوم کے اساتذہ اور طلباء نے خطاب کیا۔ اس روز دارالعلوم کے تمام شعبوں میں ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی موقتی رہی اور عام تعطیل رہی۔

افغان مجاہدین کی تعزیت کے لئے آمد | افغان مجاہدین کی مرکزی قیادت اور ذمہ دار افراد پر مشتمل وفد مولانا عبد الحلیم مرحوم کی تعزیت کے سلسلہ میں دارالعلوم تشریف لائے۔ ان وفد میں مشائخ، علماء اور کئی حقانیہ کے فضلاء بھی شامل تھے۔ دفتر اہتمام میں ان کی ضیافت ہوئی۔ جہاں افغانستان اور موجودہ صورت حال سے متعلق حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے ان وفد نے تبادلہ خیال کیا۔ اور اہم امور میں مشورے دیے اور دعائیں لیں۔ وفد قائدین نے اظہار خیال کے دوران جہاں افغانستان میں دارالعلوم حقانیہ کے مجاہد فضلاء کے کردار کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ ان حضرات کے علاوہ اور بھی ملک کے بے شمار اہل علم فضلاء اور اہل درد مسلمان تعزیت کے لئے تشریف لائے اور تعزیتی پیغامات بھی بھیجے۔

۲۶ دسمبر حضرت مولانا عبد اللہ انور صاحب لاہوری اور مولانا محمد امل خان

مولانا عبد اللہ انور صاحب کی آمد

دارالعلوم تشریف لائے۔ پہلے سے دارالعلوم کو وہ اپنی آمد کی اطلاع دے چکے تھے اس لئے حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم حد درجہ اشتیاق سے ان کی آمد کے منتظر تھے۔ ان کی تشریف آوری پر دارالعلوم کے اساتذہ اور طلباء نے ان کا زبردستی اور پر جوش استقبال کیا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے اپنی افتتاحی تقریر میں معزز مہمانوں کا خیر مقدم کیا اور ان کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا۔ اور حضرت لاہوریؒ کا دارالعلوم حقانیہ سے خصوصی سرپرستانہ تعلق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے ایک مرتبہ حضرت لاہوریؒ نے اپنی ایک خاص مجلس میں فرمایا تھا کہ مجھے حضرت ندویؒ کا پیغام ملا ہے کہ میں دارالعلوم حقانیہ کا ہر طرح خیال رکھوں اور وہاں کے جلسہ کی دعوت بھی قبول کروں اس لئے کہ میں دارالعلوم حقانیہ کو دارالعلوم دیوبند سمجھتا ہوں۔

اس کے بعد مولانا قاری محمد اجمیل خان نے اپنے ولولہ انگیز خطاب سے سب کو محفوظ کیا۔ مولانا عبید اللہ انور صاحب نے اپنی پراثر تقریر میں تحصیل علم کی ترغیب، مقام علوم نبوت اور طلباء کو ان کی موجودہ اور آئندہ ذمہ داریوں کا احساس دلایا۔ اس کے بعد دفتر اہتمام میں معزز مہمانوں کی ضیافت ہوئی۔ آغاز تقریب میں مولانا سمیع الحق صاحب نے معزز مہمانوں کا پر جوش کلمات سے خیر مقدم کیا۔

مولانا مفتی محمد رفیع صاحب کو صدر | ۶ ربیع الاول | دارالعلوم حقانیہ کے استاد حدیث مولانا مفتی محمد رفیع صاحب کی والدہ ماجدہ انتقال کر گئیں۔ دارالعلوم کے اساتذہ و طلبہ بڑی تعداد میں ان کے گاولں زر دہی پہنچے۔ اور جنازہ میں شرکت کی۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مرحومہ نہایت صالحہ بزرگ معمر خاتون تھیں۔ حضرت مفتی صاحب سے ملک و بیرون ملک بے شمار افراد نے اظہار تعزیت کیا۔ جس پر موصوف نے تمام حضرات کا دلی شکریہ ادا کیا ہے۔

وفیات | • تعزیت۔ ہمارے محبین غلصین حضرت مولانا عبد سلیم صاحب۔ حضرت مولانا حافظ محمد نسیم صاحب فضلائے حقانیہ و صاحبزادگان حضرت علامہ قاضی عبدالکیم کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان کی نانی طویل علالت کے بعد واصل بحق ہوئیں۔ اسی طرح علاقہ چھچھ کے بقیۃ السلف عالم حضرت مولانا عبد الحکیم صاحب حیدر کی صاحبزادی صاحبہ مختصر علالت کے بعد چانک انتقال فرما گئیں۔ ادارہ الحق اور دارالعلوم سب متعلقین سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے قارئین سے دعا کی اپیل کرتا ہے۔

• گوجرانوالہ کے حضرت مولانا عبدالواحد صاحب ایک مجاہد غیور اور درویش صفت عالم دین تھے۔ ان کی وفات سے ملت ایک ہمدرد و غم گسار ملک و ملت سے محروم ہو گئی ہے۔ قارئین سے دعا کی درخواست ہے۔

• جناب مدیر الحق کے ایک قریبی عزیز جناب خواجہ غلام فرید صاحب پٹا ور بھی بقضائے الہی وفات پا گئے ہیں قارئین رفق درجات کی دعا فرمائیں۔



GEN.
CREST

GRATE OF COMMISSION IN
CORPS OF ELECTRICAL AND MECHANICAL
ENGINEERING (ARMY)

THROUGH

'E' CADET SCHEME

Preliminary selection of candidates will also be made at Army Selection and Recruitment Centres, Karachi and Quetta from 10 to 1963. For other details refer to advertisement published in the newspapers dated 27 December 1962.

'E'
**CADET
SCHEME**



Pakistan Army

بے خوف قیادت - بے لوث خدمت

ٹنڈر نوٹس

ٹاؤن کمیٹی انڈسٹریل ایریا آمانگرھ کو درج ذیل کام کے لئے منظور شدہ ٹھیکیداروں سے ٹینڈر مطلوب ہیں۔ ٹنڈر مورخہ ۲۰/۶ سے قبل زیر دستخطی کو پہنچ جانے چاہئیں۔ جو کہ اسی دن ۱۲ بجے کھولے جائیں گے۔

زیر دستخطی کو اختیار حاصل ہے کہ کوئی وجہ بتائے بغیر کسی ٹنڈر کو منسوخ یا مسترد کر دے۔

تفصیل کام	تخمینہ لاگت	زربعانہ	تکمیلی میعاد
	1,48,300/- روپے	2986/- روپے	۰۵/۲

۱۔ فراہمی و فلکنگ

جی۔ آئی پائپ برائے

توسیع واٹر سپلائی پائپ

لائن در خوشحال کا بونی و

بھی گھر کو روئے آمانگرھ

تخمینہ لاگت کسی بھی یوم کار دفتر ٹاؤن کمیٹی میں سب انجینئر صاحب سے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے

المشتر

ہدایت اللہ خان

سکریٹری

ٹاؤن کمیٹی انڈسٹریل ایریا

آمانگرھ

بحکم

فقیر گل خان

چیئرمین

ٹاؤن کمیٹی آمانگرھ

شراکت کی بنیاد پر اسلامی اصولوں کے مطابق کاروبار شروع کرنیوالا پہلا قومی ادارہ
امانیہ قومی سرمایہ کاری

این آئی ٹی

این آئی ٹی، یونٹوں پر اور بھی بہتر اور ہمیشہ سے بڑھکر
منافع پیش کرتا ہے

۸۲ - ۱۹۸۱ء
کیئے ضمانت شدہ کم از کم منافع
۲۰ء روپے
فی یونٹ

۸۱ - ۱۹۸۰ء
کا اعلان کردہ منافع
۳۵ء روپے
فی یونٹ

- امانیہ قومی سرمایہ کاری (نیشنل انوسٹمنٹ ٹرسٹ) جس نے اسلامی طریقہ کار کے مطابق سب سے پہلے شراکت کی بنیاد پر کاروبار کا آغاز کیا تھا، خدا کے فضل و کرم سے اپنے غیر سودی کاروبار کا دوسرا سال بحیرہ خوبی مکمل کر لیا ہے۔
- این آئی ٹی نے سال ۸۱ - ۱۹۸۰ء کیلئے ۳۵ء روپے فی یونٹ کی شرح سے منافع کا اعلان کیا ہے۔ یہ منافع این آئی ٹی کی ابتداء سے اب تک دیا جانے والا سب سے زیادہ منافع ہے۔
- ٹرسٹ کو ۸۱ - ۱۹۸۰ء میں ۱۱۸ء ۵۰ ملین روپے کی آمدنی ہوئی جو پچھلے سال کے مقابلہ میں ۱۵ء ۴۰ ملین روپے یا ۱۵ فیصد زیادہ ہے۔
- حصص کے منافع کی آمدنی میں بھی ۲۳ ملین روپے یا ۲۶ فیصد کا اضافہ ہوا۔
- ٹرسٹ کی سرمایہ کاری کی مالیت اصل قیمت کے مطابق ۱۰۰ ملین روپے اور موجودہ قیمت کے لحاظ سے ۱۰۰ ملین روپے رہی اس طرح اثاثوں کی مالیت میں ۵۲ ملین روپے کا اضافہ ہوا۔
- ۱۰۳۵ روپیہ فی یونٹ کے منافع سے یونٹ پر منافع کی شرح ۹۵ء ۱۱ فی صد بنتی ہے جبکہ
- ۸۱ - ۱۹۸۱ء کے لئے حکومت سے منظور شدہ کم از کم شرح منافع ۴۰ء ۳۰ روپے فی یونٹ سے یونٹ پر شرح منافع ۴۳ء ۱۲ فی صد بنے گی۔
- یونٹ پر حکومت کی منظور شدہ کم از کم شرح منافع اسلامی نظریاتی کونسل سے توثیق شدہ ہے اور غیر سودی کاروبار کے اصولوں کے مطابق ہے۔
- منافع کے علاوہ یونٹ پر شیکس کی مراعات بھی حاصل رہیں گی۔

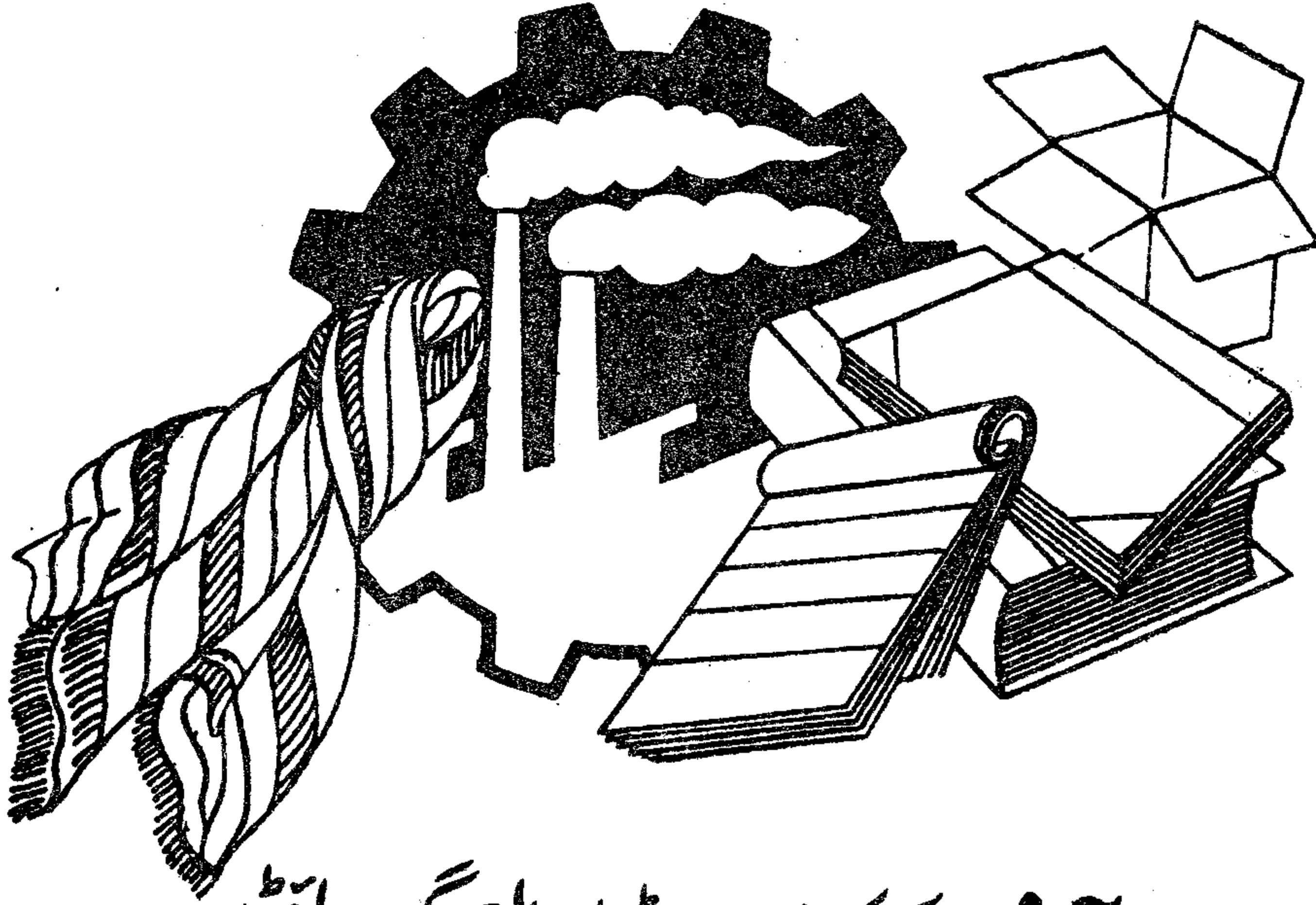
این آئی ٹی یونٹ خرید کر
ملکی خوشحالی کے فروغ میں حصہ لیجیے

این آئی ٹی - امانیہ قومی سرمایہ کاری
نیشنل انوسٹمنٹ ٹرسٹ لمیٹڈ

دفتر مرکزی: ۲۲۲۰-۵۹-۵۹ لاہور ۴۴۲۵۸ ۹۸۱۳۳
راولپنڈی: ۴۴۲۱۵ اسلام آباد: ۲۸۴۱۱ پشاور: ۷۴۸۲۸ کراچی: ۷۴۳۴۵
میرٹھ آباد: ۳۱۹۹۳ ملتان: ۷۵۲۱۵ فیصل آباد: ۲۷۸۵۹ سرگودھا: (آزاد کشمیر) ۲۲۳۴۵



پاکستان کی اقتصادی ترقی میں قدم بہ قدم شریک



آدمجی کے کاغذ - بورڈ اور بلیچنگ پاؤڈر

adamjee

آدمجی پیپر اینڈ بورڈ ملز لمیٹڈ

آدمجی ہاؤس - پی۔ او۔ بکس ۴۳۳۲ - آئی۔ آئی۔ چندریگر روڈ - کراچی ۲

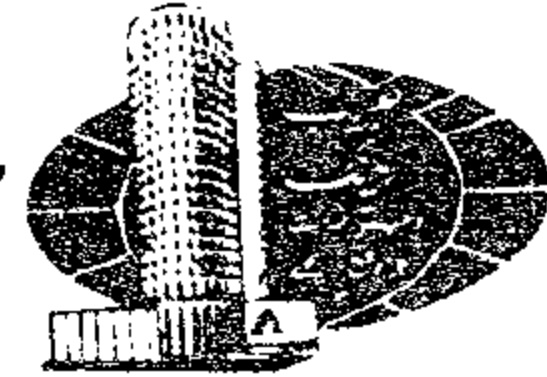


پاکستان معاشی ترقی اور خوشحالی کے دور میں داخل ہو چکا ہے۔ اسلامی نظام معیشت کے نفاذ سے قوم میں اب ایک نیا جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔ حبیب بینک بھی پورے اعتماد کے ساتھ ملک کے درخشاں مستقبل کے لئے کوشاں ہے۔

نفع و نقصان شراکتی نظام کو عوام میں بڑی پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ یہ نظام ان کو سودی بین دین سے نجات دلاتا ہے اور برابری کی بنیاد پر جدید بینکاری کی سہولتوں سے مستفید ہونے کے بہترین مواقع فراہم کرتا ہے۔ یہ شریعت کے عین مطابق ہے۔

حبیب بینک گزشتہ چالیس سال سے قوم کے اقتصادی تقاضوں اور امنگوں کو مد نظر رکھتے ہوئے بینکاری کی خدمت کر رہا ہے اور اس طرح بہتر سے بہتر خدمت انجام دینا اس کا شعار بن چکا ہے۔

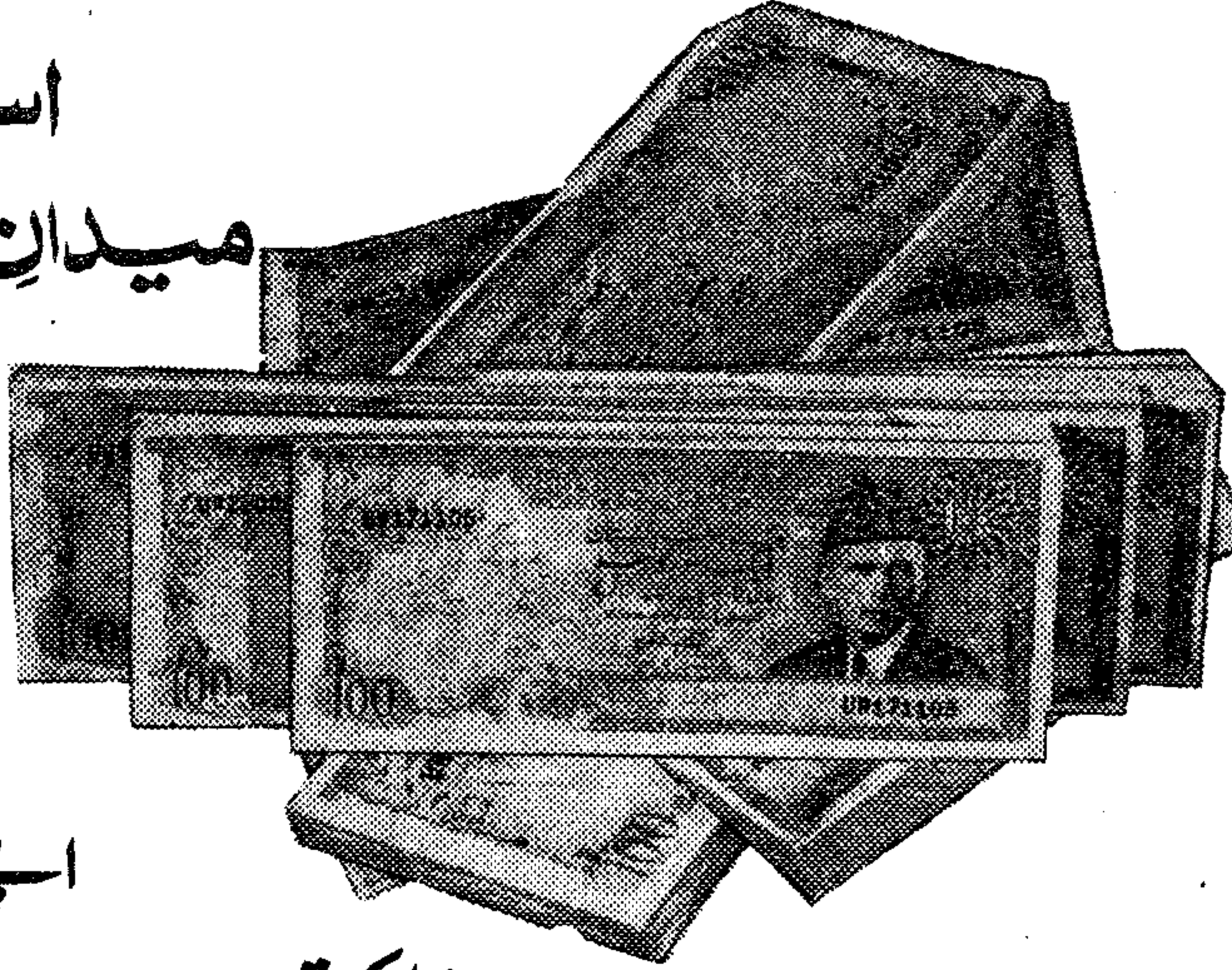
حبیب بینک لمیٹڈ



manhattan international

PID (Islamabad)

اسٹیٹ لائف میدانِ عمل میں



اسٹیٹ لائف

اپنے بیمہ داروں سے

جتنا وصول کرتی ہے اس سے زیادہ تقسیم کرتی ہے

اسٹیٹ لائف کا واحد مقصد افراد اور خاندانوں کو اپنے مستقبل کے تحفظ کے حصول میں ہر ممکن مدد کرنا ہے۔ ہم تمام خطرات اپنے ذمہ لے کر بیمہ داروں یا ان کے اہل خاندان کو وقت ضرورت گرانٹ در ادائیگی کر کے انہیں مالی استحکام مہیا کرتے ہیں۔
ذیل میں اسٹیٹ لائف کے ادا کردہ کلیم کے مجموعی اعداد و شمار دیئے جا رہے ہیں۔

۱۹۸۱ء میں کلیم کی ادائیگی		
گروپ انشورنس	عام بیمہ پالیسیاں	
کلیم کی ادائیگی	میعاد پوری ہونے پر ادائیگی	بیمہ دار کی وفات پر ادائیگی
۱۲۸۶۶ ملین روپے	۱۷۱۶۰ ملین روپے	۳۵۶۸ ملین روپے
۱۹۸۱ء میں ادا شدہ کلیم کی کل رقم ۳۳۵۴۴ ملین روپے		
اسٹیٹ لائف نے اپنے قیام سے اب تک ۱۷۸۷ ملین روپے سے زائد کے کلیم ادا کئے ہیں۔		

اسٹیٹ لائف
انشورنس کارپوریشن آف پاکستان

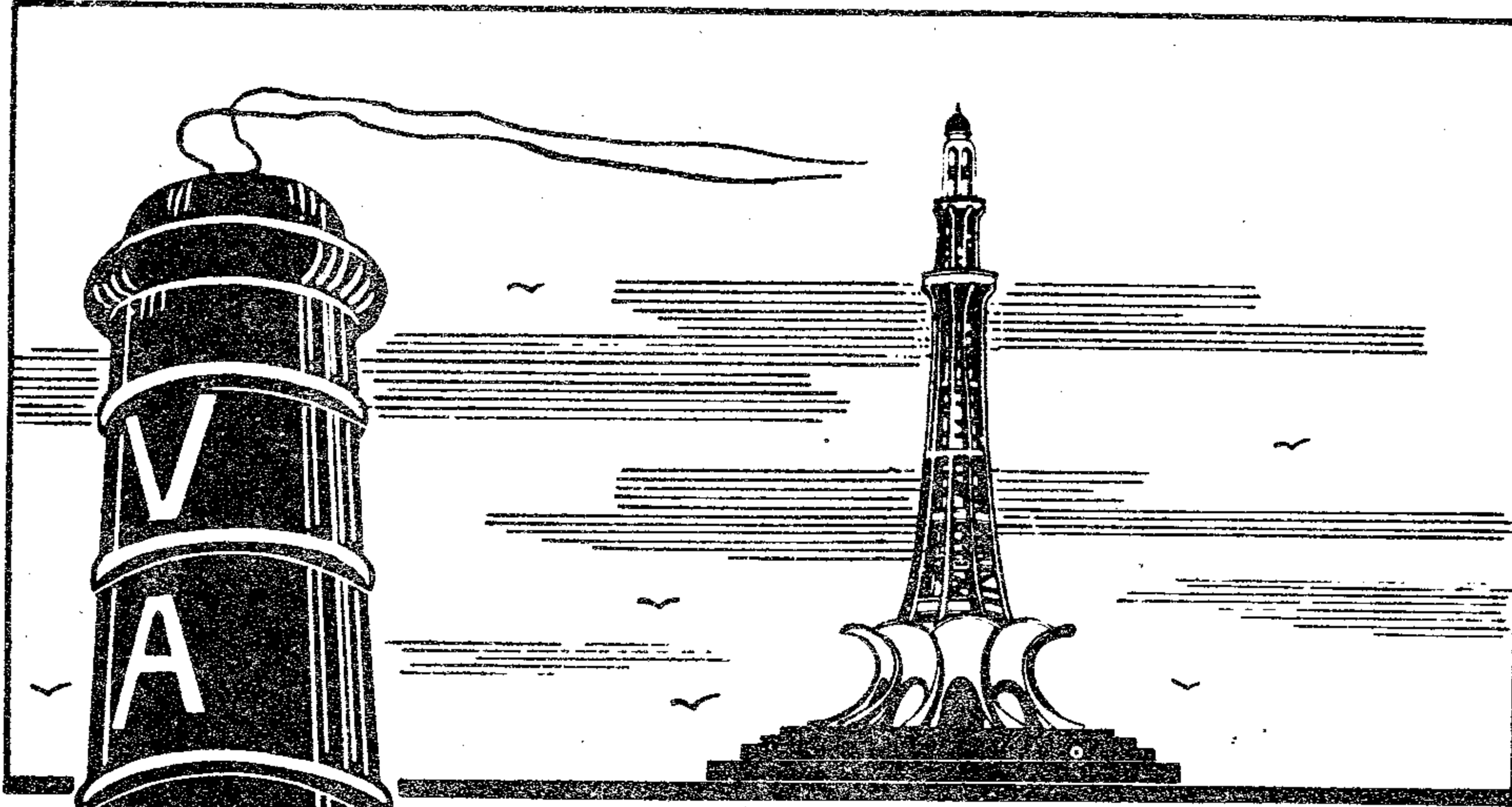
ملکی صنعت قوم کی خدمت ہے
 قومی خدمت ایک عبادت ہے

سروس انڈسٹریز

اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے سال ہا سال سے
 اس خدمت میں مصروف ہے



قدما حسین قدما آقا



ولیکا

پاکستان کے صنعتی نقشہ میں
اُبھرنے والا سب سے پہلا نام

پاکستان کے صنعتی میدان میں سب سے
پہلے پروجیکٹ کی بنیاد رکھنے کا اعزاز ولیکا کو
حاصل ہے۔ ملک میں عظیم صنعتوں کے
قیام کے لئے ولیکا کی نمایاں کاوشیں،
قومی معیشت کی ترقی سے وابستہ اداروں کے لئے ہمیشہ
تقویت کا باعث رہی ہیں۔



ولیکا وولین ملز
کمپنی لمیٹڈ

FLIGHT NO.	TO/FROM	DEPARTURE/ARRIVAL	STATUS
PK 720	TRIPOLI	0335	ARRIVED
PK 709	ROME	0355	ARRIVED
PK 707	DAMASCUS	0430	BOARDING
PK 711	ISTANBUL	0500	BOARDING
PK 216	KUWAIT	0440	DELAYED (Due weather)
PK 781	LONDON	0615	ON TIME
PK 202	DHAHRAN	0605	ARRIVED
PK 205	MUSCAT	0745	ON TIME
PK 744	NAIROBI	0815	ON TIME
PK 784	NEW YORK	0540	ON TIME
PK 750	TOKYO	0345	ON TIME

پنی آتی اے

پنی آتی اے۔ پاکستان کی سب سے بڑی ہوائی کمپنی۔
پنی آتی اے۔ پاکستان کی سب سے بڑی ہوائی کمپنی۔
پنی آتی اے۔ پاکستان کی سب سے بڑی ہوائی کمپنی۔



پنی آتی اے۔ پاکستان کی سب سے بڑی ہوائی کمپنی۔
پنی آتی اے۔ پاکستان کی سب سے بڑی ہوائی کمپنی۔
پنی آتی اے۔ پاکستان کی سب سے بڑی ہوائی کمپنی۔



پنی آتی اے۔ سروسز برونز خوب سے خوب تر

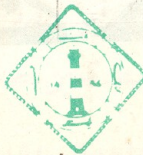
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ
 شَهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۝
 وَّ دَاعِیًا اِلٰی اللّٰهِ بِاِذْنِهِ وَّ سِرًا جَافِیْرًا ۝

پارہ ۲۷ سورۃ الاحزاب رکوع ۵ آیت ۴۵، ۴۶

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے
 کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مومنین کے) بشارت دینے والے ہیں اور (کفار کے)
 ڈرنے والے ہیں اور (سب کو) اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں۔ اور
 آپ ایک روشن چہل قدمی ہیں۔

O Prophet ! truly We have sent thee
 as a Witness, a Bearer of glad
 tidings, and a Warner, and as
 one who invites to Allah's (Grace)
 by his leave. And A Lamp Spreading Light

Karachi Port Trust



The Port of Pakistan